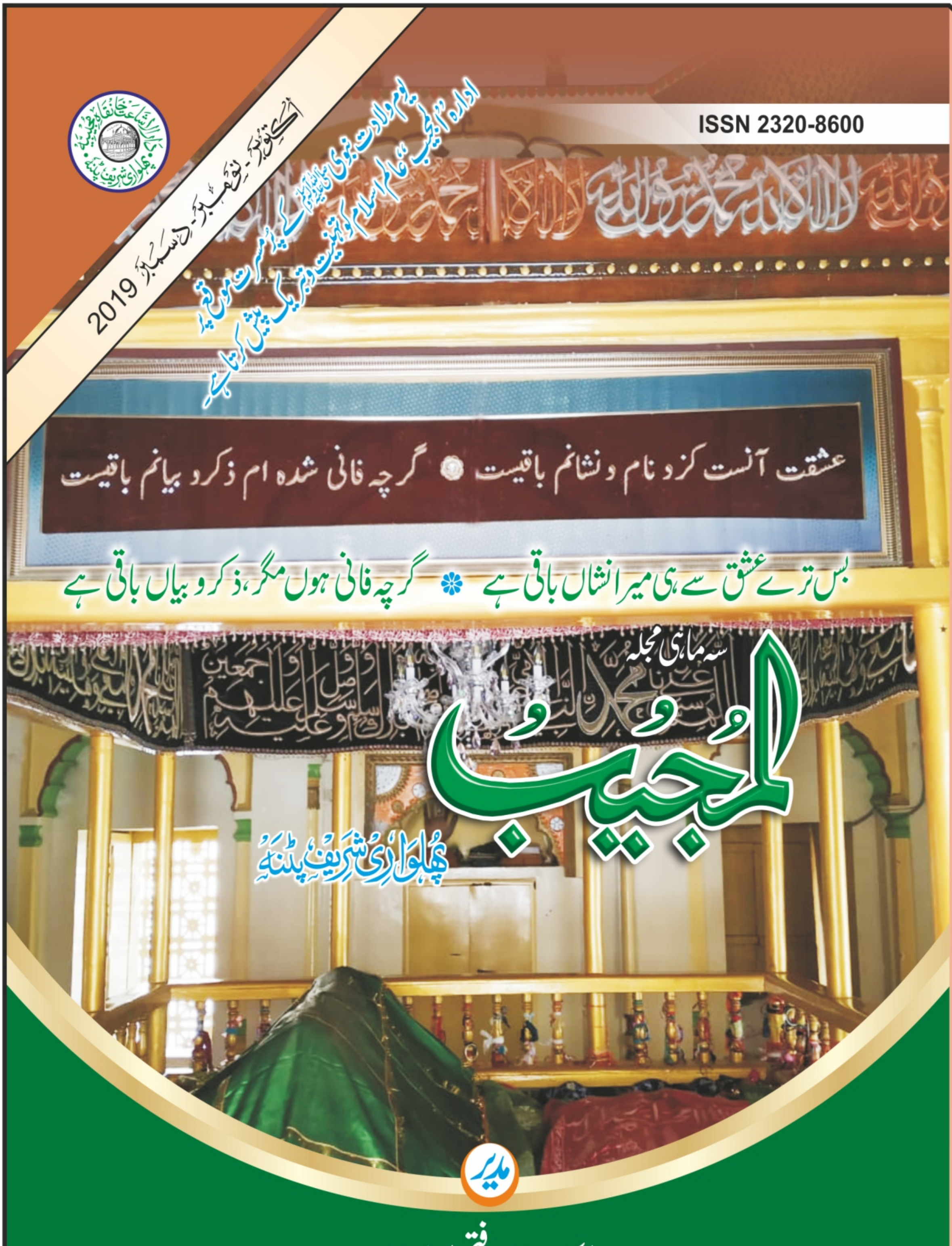

ISSN 2320-8600

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ • پھلواری شریف پٹنہ

اکتوبر - نومبر - دسمبر 2019

ادارہ "المجیب" یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پُر مسرت موقع پر عالم اسلام کو تہنیت و تبریک پیش کرتا ہے

بس ترے عشق سے ہی میرا نشاں باقی ہے ✿ گرچہ فانی ہوں مگر، ذکر و بیاں باقی ہے

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے — اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هو الغفور المجیب ولی النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المُجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : صفر المظفر — ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

ماہ : اکتوبر — دسمبر ۲۰۱۹ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۵۹ ✦ شمارہ نمبر ۴

زر تعاون

فی شمارہ	:	40/- روپے
سالانہ	:	150/- روپے
سادہ ڈاک	:	200/- روپے
رجسٹری ڈاک	:	400/- روپے
پاکستان و بنگلہ دیش	:	500/- روپے
دیگر ممالک	:	25/-$ امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : محمد مقصود عالم مجیبی

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

رابطہ : +91-9006306098

ایڈیٹر

المجیب، دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

فون نمبر : E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, (0612) 2555572, Telefax : 2555305

فہرست مضامین

• **لمعات**	ظفر حسنین	۳

مضامین ومقالات

• حجرۂ نبوی اور مرقد اطہر سیرت اور تاریخ کی روشنی میں	حضرت سید العلماء مولانا شاہ عون احمد قادری پھلواروی ؒ	۶
• عید میلاد النبی ﷺ کتاب وسنت اور علمائے سلف......	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۲۱
• درود وسلام کے فضائل	مولانا شاہ عثمان غنی فردوسی ؒ	۳۷
• بعثت انبیاء اور شان خاتم النبیین ﷺ	مولانا محمد جمال الحق امانی ؒ	۴۲
• حیوانوں پر شفقت	مولانا قدیر اختر ندوی ؒ	۵۱
• رحمۃ للعالمین ﷺ	سید محمد نیر رضوی	۵۳
• منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی (چند دن......)	وارث ریاضی	۷۴
• رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ	مولانا محمد شفیع اللہ سہسرامی ؒ	۷۹
• ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا شبنم کمالی مظفرپوری ؒ	۸۲

ادبیات

• حمد باری تعالیٰ	فصیح احمد ساحر	۹۱
• نعت شریف	وارث ریاضی	۹۲
• نعت شریف	امان خاں دل	۹۳
• **کوائف وحالات**	ادارہ	۹۴

لمعات

● ظفر حسنین

۶/دسمبر ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد شہید کردی گئی ـــ اس المیہ کو تقریباً ۲۸/سال کا عرصہ گزر گیا۔ یہ نہ صرف ایک دردناک اور المناک واقعہ تھا بلکہ ملک کے چہرے پر ایسا بدنما دھبہ ـــ جس کی کراہیت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ ہر آنے والے دنوں کے ساتھ یہ سیاہ دھبہ اور بھی گہرا ہو رہا ہے ـــ مجرموں اور سازش کرنے والوں نے یہ سمجھا تھا کہ یہ ایک ڈھانچہ ہے اور اسے ''ایک دھکا اور'' دے کر تاریخ سے مٹا دیا جائے گا ـــ لیکن ایسا نہ ہوسکا ـــ مسجد شہید ضرور ہوگئی لیکن ایک ہڈی بن کر ہندوستانی عوام کے گلے میں اٹک گئی۔ اس کی شہادت پر جہاں ایمان والے خون کے آنسو روئے وہیں مجرم اور سازشی گلے کی اس ہڈی کو لے کر سخت پریشان ہیں ـــ ان کی سانس رک رہی ہے۔ وہ اسے نگل نہیں سکتے کیونکہ اسے ہضم کرنا ان کے بس کا نہیں اور اگل دینے سے ان کا مکروہ چہرہ سب کے سامنے آجائے گا۔

مسجد کی شہادت کے بعد جو تاریخ لکھی گئی وہ بڑی خونی اور عجیب ہے۔ مسلمانوں نے اس روح فرسا واقعہ پر رنج وغم کا اظہار تو کیا لیکن بہت ہی صبر و استقامت کے ساتھ، جبکہ دشمنوں کو ان کا یہ صبر بھی برداشت نہ ہوا اور وہ ان پر خونی بھیڑیے کی طرح ٹوٹ پڑے، پورے ملک میں پُرتشدد فرقہ وارانہ فسادات ہوئے جن میں ہزاروں مسلمان شہید ہوگئے یہ اس خونی تاریخ کا پہلا باب تھا۔

دوسرے باب میں وہ طویل قانونی لڑائی ہے جو مسلمانان ہند اپنے جائز حق کے لئے گزشتہ ۲۸/سالوں سے لڑ رہے ہیں۔ مختلف نشیب وفراز اور مختلف واقعات سے بھرپور یہ باب بھی ناقابل فراموش ہے۔ بابری ایکشن کمیٹی بنی، کئی اور مسلم تنظیموں اور مسلم رہنماؤں نے بھی اس قانونی لڑائی میں حصہ لیا ـــ ان میں کئی ابھی بقید حیات ہیں اور اپنی لڑائی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جبکہ خود اصل مدعی محمد ہاشم وفات پا چکے ہیں۔ اس درمیان ہائی کورٹ کا فیصلہ بھی آیا اور اجودھیا میں مسجد کی اصل زمین کو دوسرے حصے سے ملا کر اس کی تین حصے میں تقسیم کردی گئی۔ ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ مسلمانوں اور ہندوؤں نے یکسر مسترد کردیا گویا بات جہاں سے شروع ہوئی تھی وہیں رہ گئی ـــ اس درمیان مصالحت کی بھی کئی کوششیں ہوئیں لیکن سب ناکام رہیں۔ آثار قدیمہ والوں نے

ہائی کورٹ کی ہدایت پر متنازعہ زمین بھی کھودڈالی کسی مندر کی تلاش میں ـــــ لیکن وہاں پر کسی مندر کا کوئی نشان نہیں ملا۔

اس کا تیسرا باب اس وقت شروع ہوا جب یہ معاملہ سپریم کورٹ پہنچا۔ سپریم کورٹ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہے جس کے بعد روئے زمین پر اپیل کی کوئی گنجائش نہیں۔ طویل عرصہ تک سپریم کورٹ میں زیر التوا رہنے کے بعد مسجد کو شہید کردینے کی تاریخ ۶؍دسمبر سے ایک دن پہلے یعنی ۵؍دسمبر سے سپریم کورٹ میں سنوائی شروع ہوئی جو روزانہ کی بنیاد پر جاری رہی۔ بابری مسجد کے مسئلے پر مسلمانان ہند کا موقف شروع سے صرف یہ رہا ہے کہ یہاں پر ۱۵۲۸ء سے مسجد تھی ـــــ وہاں پابندی سے نمازیں ہوتی تھیں جسے شر پسندوں اور حکومت نے مل کر پہلے مقفل کیا پھر اس پر قبضہ کر کے اسے شہید کردیا۔ اب وہ زمین جہاں مسجد تھی ہمیشہ رہے گی اور مسجد ہی کی رہے گی اسے نہ ہٹایا جاسکتا ہے نہ رد و بدل کیا جاسکتا ہے، نہ کوئی طاقت اسے خرید و فروخت کرسکتی ہے۔ مسئلہ بالکل صاف ہے اور یہ قانونی جنگ اس نکتہ پر آکر ٹھہر گئی ہے کہ جہاں مسجد تھی اس زمین کی ملکیت کس کی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں نے ملک کی اعلیٰ ترین عدلیہ پر پورا بھروسہ کیا ہے اور بہت سارے ناخوشگوار واقعات کے باوجود اپنے اس اعتماد اور مستحکم ارادے کو متزلزل نہیں ہونے دیا ہے۔ ان کے پاس زمین کی ملکیت کا ناقابل تردید ثبوت ہے اور وہ عدلیہ پر بھروسہ کر رہے ہیں۔ عدالت عظمیٰ میں مسلمانوں کی نمائندگی ان کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم مسلم پرسنل لاء بورڈ کررہی ہے جس پر ملک کے مسلمانوں کے تمام طبقات کو مکمل اعتماد ہے۔

اس دوران یوپی شیعہ وقف بورڈ کے صدر نے حکومت کے اشارے پر اس معاملے میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میر باقر شیعہ تھے انہوں نے بابر کے حکم پر یہ مسجد بنائی تھی اس لئے اس پر ہمارا حق ہے اور اب ہم لوگ اسے برادران وطن کو ہدیہ کر رہے ہیں۔ ملک کے تمام شیعہ حضرات نے اپنے فرقے کے کچھ شر پسند شیعوں کے اس قدم کی سخت مخالفت کی ہے اور ملک کے تمام مسلمانوں کو مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ساتھ متحد بتایا ہے۔ کچھ دوسری چھوٹی تنظیموں نے بھی مصالحت کے ذریعہ اس مسئلے کو حل کرنے کی تجویز رکھی جسے یکسر مسترد کردیا گیا ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کی دلیل ہے کہ تمام ثبوتوں کی بنیاد پر یہ زمین مسلمانوں کی ہے دوسری طرف برادران وطن کا معاملہ ہے جو بغیر کسی ثبوت کے محض آستھا (اعتقاد) کی بنیاد پر اسے رام مندر کی زمین بتا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اب یہ صرف قانونی لڑائی ہے اور قانون ہی اس کا فیصلہ کرے گا۔

اب اس خونی اور تاریخی واقعہ کا چوتھا اور آخری باب شروع ہو رہا ہے۔ عدالت عظمیٰ ۵؍دسمبر سے اس پر روزانہ کی بنیاد پر سنوائی شروع کر رہی ہے۔ اُمید قوی ہے کہ فیصلہ جلد ہی آجائے گا۔ مسلمانوں نے ثبوتوں کی بنیاد پر زمین کی ملکیت کے لئے لڑائی شروع کی ہے اور برادران وطن آستھا کی بنیاد پر لڑ رہے ہیں ـــــ اب عدالت فیصلہ کرے گی کہ کون فریق صحیح ہے اور کون غلط۔ امید کی جاتی ہے اپنے سابقہ روایتوں کے مطابق عدالت عظمیٰ صرف ثبوتوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے گی ہائی کورٹ کی طرح پنچایتی نہیں۔

ہم تمام ہندوستانیوں سے خاص کر مسلمانوں سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ عدالت عظمیٰ کے فیصلے کا دل سے احترام کرتے ہوئے اسے قبول کریں گے اور ملک میں ہر طرح امن و امان قائم رکھیں گے ـــ اگر فیصلہ مسلمانوں کے حق میں آتا ہے تو اسے حق کی فتح سمجھیں گے اور ملک کے آئین و عدالت پر ان کا اعتماد اور بھی مستحکم ہوگا ـــ اگر خدانخواستہ فیصلہ ان کے حق میں نہ ہوا تو ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ ملک کی سب سے اعلیٰ عدالت متنازعہ زمین کو مسلمانوں کی ملکیت نہیں سمجھتی اس لئے غیروں کی زمین پر مسجد کا بننا از روئے شرع غلط ہے۔ اس لئے مسلمان خود بخود اس سے دست بردار ہو جائیں گے۔ دوسری کوئی شکل اس کے حل کی نہیں ہے۔ اگر زمین جائز ہے تو اس پر مسجد جائز ہے اور تاقیامت وہ مسجد کی زمین رہے گی اور اس کے لئے کوئی سمجھوتہ کوئی لین دین اور کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔

****

ماہ ربیع الاول کی ۱۲؍ تاریخ محسن انسانیت، فخر دو عالم، سرور کائنات حضور پُرنور حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش ہے۔

دنیا کے تمام قابل ذکر مذاہب کے لوگ اپنے نبی اور پیشوا کا یوم ولادت دھوم دھام سے مناتے ہیں اور اسے ایک جشن کے طور پر لیتے ہیں۔ ہمارے آقا، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ساری انسانیت کے لئے اور ہمیشہ کے لئے مبعوث کئے گئے وہ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ صرف ان کی چھوڑی ہوئی اللہ کی کتاب قرآن مجید اور ان کی احادیث نبویہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نہ صرف اہل ایمان کے لئے بلکہ ساری انسانیت کے لئے راہ ہدایت ہے۔ آج کی اس پریشان، بھٹکتی اور دردر کی ٹھوکریں کھاتی دنیا کے لئے اگر کوئی نجات کا راستہ ہے تو بلاشبہ یہی قرآن اور احادیث نبوی ہیں۔

اس لئے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کو تمام دنوں میں سب سے زیادہ مقدم اور مقدس مانتے ہوئے اسے پُروقار اور عقیدت سے بھرے ماحول میں منانے کے حامی ہیں۔ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ محسن انسانیت کے یوم ولادت کو ساری دنیا کے لئے ''یوم امن و امان'' بنانے میں مددگار بنیں ـــ کہ یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت اور محبت کا اظہار ہوگا۔

یہ بات باعث مسرت ہے کہ مسلک کے اختلاف کی وجہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ اور سعودی عربیہ میں یہ دن کسی اہمیت کا حامل نہیں سمجھا جاتا تھا اور نہ اس کی عظمت و حرمت کا خیال رکھا جاتا تھا ـــ لیکن بغیر کسی کوشش اور بغیر کسی تنازع کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ اس ملک کے ماننے والوں نے بھی آج یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ مبارک دن ساری انسانیت کے لئے محترم و مقدم ہے اس لئے اسے پورے جوش و خروش اور عقیدت و احترام کے ساتھ پورے ملک میں منایا جائے گا۔ یہ ایک مستحسن قدم ہے اور ہم اس کی بجا طور پر حمایت کرتے ہیں۔

****

حجرۂ نبوی اور مرقد اطہر سیرت اور تاریخ کی روشنی میں

● حضرت سید العلماء مولانا شاہ عون احمد قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

وما حب الديار بحب ارض ❖ ولكن من يحل بها حبيب

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اپنی حیات ظاہری میں جس طرح اسوۂ حسنہ تھی، وفات اور بعد کے احوال میں بھی ہر مومن کے لیے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ایک امتی، ایک مومن جب یہ معلوم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور محبوب خلائق، نبی کریم ﷺ کے لیے دار آخرت کو پسند فرمایا، آپ ﷺ کی مفوضہ خدمت، تکمیل دین اور اتمام نعمت کے بعد مزید آپ ﷺ کو اس دنیا میں رکھنا پسند نہیں کیا، بلکہ اس فریضہ کے ادا ہوتے ہی دارِ آخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرمانے کے لیے آپ ﷺ کو وہاں طلب کرلیا، تو مومن کے لیے لقاء آخرت کا اشتیاق عزیز ترین چیز ہو جاتا ہے اور ہر مومن کا یہ قلبی تقاضا ہوتا ہے کہ جس چیز کو اپنے محبوب کے لیے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے، وہ اس کو بھی حاصل ہو۔

اسی بنا پر ارشادات نبویہ کے یہ جواہر پارے ہیں۔

تحفة المومن الموت (موت مومن کے لیے ایک تحفہ ہے) الموت كفارة لكل مسلم (موت، ہر مسلم کے لیے کفارہ ہے) دار آخرت تک رسائی کا واسطہ اور ذریعہ موت ہی ہے، اس لیے اس کو تحفہ اور کفارہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جس کا قلب جتنا زیادہ عشق نبوی سے معمور و منور ہوگا، اسی قدر وہ وہاں کی رسائی کے لیے مضطرو بے قرار ہوگا، جہاں آپ ﷺ جلوہ افروز ہیں۔

احادیث وسیر کی کتابوں میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ مرض موت کے ایام میں انہوں نے فرمایا:

واطرباه غداً القی الاحبة محمداً وحزبه۔۔۔(فوائد بہیہ شرح شمائل محمدیہ(شمائل ترمذی)ص:۳۴۹)

ترجمہ : باعث خوشی ہے کہ کل ہم ملیں گے اپنے احباب یعنی آں حضرت ﷺ سے اور ان کے ساتھیوں سے۔

لقاءِ نبوی اور تلاقی احباب کو جن اذعان ویقین کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے، اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ کو بعد الممات آپ کی ایسی حیات کاملہ کا یقین و اذعان تھا، جس میں لقا وصحبت کے مواقع حاصل ہوتے ہیں، صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جب آں حضرت ﷺ کی وفات ہوئی، تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ مقام سنح میں تھے، واپس آئے تو :

حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشة فتیمم رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو مغشی بثوب خبرة فکشف عن وجهه ثم اکب علیه فقبله و بکی ثم قال بابی انت و امی والله لایجمع الله علیك موتتین اما الموتة الی کتبت علیك فقد متها۔ (صحیح بخاری، ج:۲، کتاب المغازی)

ترجمہ : مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور لوگوں سے گفتگو نہ کی، بلکہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تشریف لیے گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، آں حضرت ﷺ کے جسم اطہر پر ایک یمنی چادر تھی، حضرت ابوبکر نے چہرۂ انور سے چادر ہٹائی اور جھک کر آپ کو بوسہ دیا اور رو پڑے، پھر فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موت جمع نہیں کرے گا، جو موت آپ کے لیے متعین تھی، وہ ہوگئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آں حضرت ﷺ کے لیے دو موت نہیں ہے، بس ایک موت جو متعین تھی وہ ہوگئی، دوبارہ نہیں ہوگی، یعنی اس آنی اور عارضی موت کے بعد برزخ اور قبر میں زندگی عطا ہوگی، تو پھر موت نہیں ہوگی، کیوں کہ دنیاوی موت کے بعد، مقبورین کو اپنی قبروں میں اور دوسروں کو برزخ کے کسی عالم میں تھوڑی زندگی عطا کر کے پھر دوبارہ موت طاری کر دی جاتی ہے، لیکن آں حضرت ﷺ کے ساتھ ایسا نہیں ہے کہ قبر میں دوبارہ موت آئے، بلکہ آنی اور عارضی موت کے بعد قبر میں حیات شروع ہوگی، تو ہمیشہ رہے گی۔۔۔(عمدۃ القاری......فتح الباری......)

انبیا کو بھی موت آنی ہے ❖ مگر ایسی کہ فقط ''آنی'' ہے

حدیث مذکور کی بعض دوسری روایتوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیا ہے کہ :

والذی نفسی بیده لایذیقك الله الموتتین ابداً۔ (صحیح بخاری، ج:۱، کتاب المناقب)

ترجمہ : اور اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو دو موت نہیں چکھائے گا۔

''آں حضرت ﷺ کے لیے دو موت نہیں ہے'' یا '' آپ دوبار موت سے لذت آشنا نہیں ہوں گے'' حدیث کے اکثر

شارحین نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ان اقوال کی یہی تشریح فرمائی ہے۔(عمدۃ القاری....،فتح الباری....) کہ دنیاوی موت کے بعد جو ایک بار ہوگی، قبر میں دوبارہ آپ کو موت سے سابقہ نہیں ہوگا، بلکہ مکمل حیات حاصل رہے گی۔

عالم برزخ کی ایسی مکمل حیات، جس کی شہادت حضرت صدیق اکبر جیسے جلیل القدر صحابی دیں، کتنی نعمتوں اور برکتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، نہیں کہا جاسکتا ہے، ہم امتیوں کے حق میں یہ بہت بڑی نعمت ہے، مدینۃ النبی کے ہر چپہ سے حیات نبوی ﷺ کا احساس ہوتا ہے، جس کا اعتراف اہل نظر عارفین و کاملین نے کیا ہے، عارف جامی فرماتے ہیں :

گرد صحرا اے مدینہ بویت آید یا رسول ❖ جان خود را من فدائے خاک آن صحرا کنم

غرض جب آں حضرت ﷺ کی رحلت اور وفات کا واقعہ پیش آیا اور اولو العزم صحابہ بھی فراق و جدائی کا تصور کر کے آپے سے باہر ہونے لگے، تو حضرت صدیق اکبر ہی کے تسکین بخش کلمات سب کے لیے سکون وطمانیت کے باعث بنے، چناں چہ پہلے انہوں نے خطبہ دے کر پریشان حال صحابہ کو مطمئن کر دیا، تو پھر اس گنج گراں مایہ، متاع بے بہا، نبوت و رسالت کے منبع و سرچشمہ کی تدفین کے لیے اجلہ صحابہ سے ایسے مقام کے انتخاب میں مشورہ فرمانے لگے، جو خلاصۂ کائنات، فخر موجودات، باعث تخلیق عالم کے سزاوار و شایان ہو، اسی وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

”شنیدہ ام از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ دفن کردہ نشد ہیچ پیغمبرے الا آن جا کہ قبض کردہ شدہ است روح وے“۔۔۔
(مدارج النبوۃ، ج:۲،ص:۸۹۷)

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ کوئی پیغمبر دفن نہیں کئے گئے، مگر اس جگہ جہاں ان کی روح قبض کی گئی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

”در روئے زمین ہیچ بقعہ نیست گرامی تر نزد خداوند تعالیٰ از بقعہ کہ روح پیغمبر در آن بقعہ قبض کردہ باشد۔۔۔
(مدارج النبوۃ ص:۲،ص:۸۹۷)

ترجمہ : روئے زمین پر کوئی جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ افضل و اعلیٰ نہیں ہے، جہاں پیغمبر کی روح قبض کی جائے۔

پہلی حدیث میں انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کے مقام رحلت پر دفن کئے جانے کی تصریح ہے، تو دوسری حدیث میں اس کی وجہ وعلت یہ ہے کہ انبیا و مرسلین کی افضلیت و اہمیت کے باعث ان کی رحلت و وفات کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک روئے زمین پر سب سے افضل و اعلیٰ ہو جاتا ہے، اس لیے جامع فضائل ذات، افضل مقام میں ہی ودیعت کی جاسکتی ہے۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آں حضرت ﷺ کے حوالہ سے یہ بیان کیا :

فقال ابوبکر سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا ما نسیتہ قال ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ....۔(ترمذی باب ما جاء فی وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ : حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے، جس کو میں بھولا نہیں ہوں، وہ یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نبی کی روح اسی مقام پر قبض فرماتا ہے، جہاں ان کا دفن کیا جانا، وہ پسند کرتا ہے۔

تو صحابہ رضوان اللہ علیہم کو معلوم ہوگیا کہ عین منشائے الٰہی ہے کہ آں حضرت ﷺ اپنے مقام رحلت پر دفن کیے جائیں، اور رحلت ووفات کی وجہ سے اس مقام کو روئے زمین پر جو عزوشرف حاصل ہوا، تدفین کی وجہ سے اس میں کئی گونہ اضافہ ہوجائے، چناں چہ حجرۂ عائشہ صدیقہ جو آں حضرت ﷺ کے واقعۂ رحلت سے ممتاز ومفخر ہوا، اسی کو آخری آرام گاہ بنایا گیا اور روئے زمین کا یہ حصہ سرورِ کائنات ﷺ کی جلوہ افروزی سے زمین وآسمان کے ہر حصے سے افضل واعلیٰ ہوگیا۔ ع

یہ نصیب اللہ اکبر....

سلام علی الارض و من حل بالارض

حجرۂ عائشہ صدیقہ جو اب مرقد اطہر کی وجہ سے حجرۂ نبوی ہوگیا، دوسرے ازواج مطہرات سے حجروں کی طرح نہایت سادہ حجرہ تھا، جس کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور چھت کھجور کی شاخوں سے پٹی ہوئی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک بلاتغیر اسی میں قیام کرتی رہیں، لیکن جب مزار انور سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے اور اس سے کسب فیض کرنے کے لیے لوگوں کی آمد زیادہ ہونے لگی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حجرہ کو دوحصوں میں بانٹ دیا، بیچ میں دیوار دے کر خود دوسری جانب رہنے لگیں، چناں چہ حضرت شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں :

”چون دفن سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم بہ موجب حکم الٰہی ہم در حجرہ شریفہ شد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نیز در خانۂ خود ساکن می بود و میان او و قبر شریف پردہ نبود و در آخر بہ سبب جرأت و عدم تحاشی مردم از در آمدن بر قبر شریف و برداشتن خاک از ان خانہ را دو قسم ساخت و دیوارے میان مسکن خود و قبر شریف کشید“۔۔۔(جذب القلوب الی دیار المحبوب، ص:۱۰۸)

ترجمہ : جب حکم الٰہی کے مطابق آں حضرت ﷺ کی تدفین بھی اسی حجرہ شریفہ میں ہوئی، تو اس کے بعد بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ میں ساکن رہیں، اس طرح کہ ان کے اور قبر انور کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا لیکن بعد میں قبر شریف تک لوگوں کی آمد ورفت اور اس کی خاک لے جانے میں بے پروائی اور جرأت کی وجہ سے حجرہ کو حضرت عائشہ نے دوحصوں میں بانٹ دیا اور اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسجد نبوی میں اضافہ فرمایا، تو حجرۂ نبوی کی چھت کو بھی کھجور کی شاخوں کی جگہ خام اینٹوں سے پاٹ کر بنوادیا۔۔۔(ملاحظہ ہو: جذب القلوب الی دیار المحبوب، ص:۱۰۸)

مسجد کے شرقی جانب ایک کنارے حجرۂ نبوی تھا، جو ولید بن عبدالملک کے زمانہ تک نمایاں اور ظاہر رہا، ولید بن عبدالملک چھٹے اموی خلیفہ کے عہد میں (۸۷ھ سے ۹۵ھ کے درمیان) حجرۂ نبوی کی شرقی دیوار گرگئی، تو والیِ مدینہ حضرت عمر

بن عبدالعزیز نے اس دیوار کو منقش پتھروں سے تیار کرایا اور ہر سمت کی دیواریں سنگی بنا کر حجرہ کو مکمل کرایا، پھر حجرۂ اقدس کے اردگرد پتھروں کی دیواروں کا ایک دوسرا حصہ بنوایا، جس سے حجرۂ نبوی عام نگاہوں سے مستور ہوگیا، دیواروں کا یہ حلقہ مخمس شکل کا بنایا گیا اور ان دونوں میں سے کسی میں دروازہ کسی جانب نہیں رکھا گیا، ہر سمت سے بند کردیا گیا۔

علامہ نورالدین سمہودی جن کو اصل حجرۂ نبوی ﷺ کے قریب یعنی محرابی حلقہ اور سنگی عمارت کے اندر جانے کا شرف حاصل ہوا ہے اور بعض دوسرے بزرگان کہ تعمیر وغیرہ کے زمانہ میں جن کی باریابی سنگی عمارت تک ہوئی ہے، اس بارے میں ان کے جو اقوال ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل حجرۂ نبوی ﷺ میں اب کوئی دروازہ نہیں ہے، خود علامہ سمہودی کی مشہور کتاب ''خلاصۃ الوفا'' کی عبارت ہے:

ولم ار للبیت الذی فی الخطار بابا ولا موضع بابه وقد اخبرنی ابن ابی فدیك انه رائ باب بیت النبی صلی الله علیه وسلم مما یلی الشام قلت لم نر للبیت عند انکشافه فی العمارة التی ادرکناها بابا ولا موضعه فی جهة الشام ولا فی غیرها۔ (خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفی، ص:۱۴۶)

ترجمہ: اور وہ حجرہ جو احاطہ کے اندر ہے، اس میں جانے کا کوئی دروازہ میں نے وہاں نہیں دیکھا اور نہ اس کی جگہ دیکھی، مجھے ابن ابی فدیک نے یہ خبر دی کہ انہوں نے حجرۂ نبوی ﷺ کا دروازہ دیکھا، جو شام کی سمت میں تھا، میں کہتا ہوں (یعنی علامہ نورالدین سمہودی) تعمیر کے وقت جب حجرۂ نبوی ﷺ نمایاں ہوگیا تھا، تو میں اس میں جہاں تک پہنچ سکا، حجرہ کا کوئی دروازہ نہیں دیکھا اور نہ اس کی جگہ دیکھی، نہ تو شام کی سمت، نہ اور کسی طرف۔

ہاں اتنا ہوا کہ آں حضرت ﷺ کے رخ انور کے سامنے اوپر چھت میں ایک دریچہ آسمان کی طرف کھلا ہوا چھوڑ دیا گیا اور بس۔

اتخذ فی ذلك کوۃ علیها شباك حدید ثم فتح کوۃ فی محاذاتها بالقبته السفلی المتخذة بدل سقف الحجرة الشریفة وجعل علی هذه الکوۃ شبّاکا ایضا وجعل علی هذا الشباك بابا یفتح عند الاستسقاء للجدب۔ (خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفی، ص:۱۴۹)

ترجمہ: اوپر میں ایک سوراخ بنایا گیا، جس میں لوہے کا دریچہ لگایا گیا، پھر اس کے مقابل میں نیچے والے قبہ میں جو حجرہ شریف کی چھت کی جگہ بنایا گیا تھا، ایک سوراخ کھولا گیا اور اس پر بھی دریچہ دیا گیا اور اس کو دروازہ دے کر بند کردیا گیا ہے، جو خشک سالی میں استسقاء کی غرض سے کھول دیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تعمیر (۹۵ھ سے قبل) سے آج تک وہ اسی طرح مسدود اور بند ہے اور اس طویل مدت میں کوئی شخص حجرۂ اقدس کے اندر زیارت کی نیت سے داخل نہیں ہوا، چند بار شدید ضرورت کی وجہ سے مخصوص حال میں کچھ حضرات تھوڑی دیر کے لیے اندر داخل ہوئے ہیں۔

عمارت کا وہ سنگی حلقہ جس کے حجاب میں حجرۂ اقدس ہے، ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی نے ایک صندل کا جنگلہ اس کے گرد لگایا، ۵۵۷ھ میں دو نصرانی کے سرنگ کھودنے والے واقعہ کے بعد سلطان نور الدین عادل (والی مصر) نے حجرۂ اقدس کے ارد گرد خندق کھودوائی، جو پانی تک پہنچ گئی اور راگ یا سیسہ پگھلا کر اس میں بھروادیا۔

۶۷۸ھ میں سلطان فلاؤں صالحی کے زمانہ میں سنگی عمارت کے ہر چہار جانب ایک محرابی حلقہ بنا کر اس پر سبز قبہ مسجد کی چھت سے اونچا بنایا گیا اور محرابی حلقہ کے گرد تانبے کی جالیاں بنائی گئیں۔

علامہ سمہودی نے خلاصۃ الوفا میں لکھا ہے کہ محرابی حلقہ والی دیوار اور منقش احاطہ کی دیوار کے درمیان مشرقی جانب دو گز کا فاصلہ ہے، اور غربی جانب ایک گز، اور جانب قبلہ یعنی جنوب میں صرف ایک بالشت فاصلہ ہے اور جانب شام یعنی شمال میں پوری فضا ہے۔ (ملاحظہ ہو، خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، ص:۱۴۵) تانبے کی جالیوں سے محرابی حلقہ کے درمیان، یا محرابی حلقہ سے سنگی عمارت کے درمیان جو دو ایک گز کا فاصلہ ہے، اسی میں خواجہ سرا (جو روضۂ انور کی خدمت پر مامور ہیں) کسی متعین روز جا کر جاروب کشی اور عطر وعود کی ممکن خدمت بجالاتے ہیں اور اس سے آگے جب کہ دروازہ ہی نہیں ہے، تو کسی کا جانا کیا، دم مارنا بھی ممکن نہیں ہے۔

ان حلقوں میں بھی خواجہ سرا حضرات کے جانے کے لیے باہر سے کسی سمت میں دروازہ نہیں ہے، بلکہ پہلے حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متصل شمال میں سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا، موجودہ تعمیر میں حجرۂ اقدس کی سنگی عمارت اور محرابی حلقہ کے شمال میں ایک دیوار ہے، جس کے بعد حجرۂ فاطمہ زہرا ہے، حجرہ فاطمہ کے مشرقی دیوار میں ایک دروازہ ہے اور شمالی دیوار میں محراب تہجد سے متصل دوسرا دروازہ ہے، چناں چہ اہل خدمت خواجہ سرا انہیں دروازوں سے پہلے حجرۂ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا میں داخل ہوتے ہیں، اور اس سے محرابی حلقہ اور سنگی عمارت کے درمیانی حصہ میں جا کر اپنی مفوضہ خدمت انجام دے کر واپس آجاتے ہیں، یہی ہماری پرواز کی آخری حد ہے اور یہی ترقی وعروج کا منتہائی نقطہ ہے۔

اس وقت بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دینے والے جب روضۂ انور کے گرد پہنچتے ہیں، تو ان کے پہلے سامنے تانبے کی جالیاں ملتی ہیں، اس کے پیچھے محرابی حلقہ ہے، جو سبز منقش غلاف سے ملبوس ہے، اس کے بعد سنگی عمارت ہے اور اس کے بعد حجرۂ عائشہ صدیقہ ہے، جس میں سید العرب والعجم مالک رقاب الامم اپنے دونوں رفیقوں کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ

جلوہ افروزی کی شان بھی عجیب ہے، قبر انور نہایت سادہ اور تکلف سے پاک ہے، اس بارے میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی ؒ ''مدارج النبوۃ'' میں فرماتے ہیں :

''وروایات مختلف آمدہ است کہ قبر شریف مسنم امست یا مسطح، اکثر برانند کہ مسنم است، در صحیح البخاری از ابوبکر بن عیاش می آرد کہ وے دید قبر پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم مسنم''۔۔۔(مدارج النبوۃ، ج:۲،ص:۸۹۸)

ترجمہ : اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں کہ آں حضرت ﷺ کی قبر شریف زمین سے بلند ہے، یا زمین کے برابر، اکثر حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ زمین سے بلند ہے، چناں چہ صحیح بخاری میں ابوبکر بن عیاش کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کو بلند دیکھا۔

شیخ محدث دہلویؒ پھر فرماتے ہیں :

''وحاکم از طریق قاسم بن محمد بن ابوبکر آوردہ کہ گفت درآمدم بر عائشہ وگفتم اے مادر من! پردہ بردار برائے من از قبر رسول خدا ﷺ پس پردہ برداشت از سہ قبر نہ بلند نہ برزمین چسپیدہ وسنگ ریزہائے عرصہ براں چیدہ۔''

ترجمہ : حاکم نے قاسم بن محمد بن ابوبکر کے واسطے سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے میری ماں! میرے سامنے سے پردہ اٹھا دیجیے، تاکہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف دیکھ سکوں، تو انہوں نے پردہ اٹھا دیا، تو تین قبریں نظر آئیں، نہ زیادہ بلند اور نہ بالکل زمین کے برابر جس پر چھوٹے چھوٹے پتھر کے ٹکڑے تھے۔

معلوم ہوا کہ قبر انور زمین سے بالکل متصل اور مسطح نہیں ہے، بلکہ تھوڑا بلند ہے، لیکن اس کی بلندی زمین سے کتنی ہے، اور بلندی واونچائی کی حد ومقدار کیا ہے؟ اس کو بھی شیخ محدثؒ ہی کی زبان سے سنا جائے۔

''وبلند کردہ شد مزار شریف وے از زمین مقدار یک شبر ودر روایتے چہار انگشت آمدہ، وچیدہ شد بر قبر از سنگ ریزہائے عرصہ سرخ وسفید۔۔۔(مدارج النبوۃ، ج:۲،ص:۸۹۸)

ترجمہ : آں حضرت ﷺ کی قبر شریف زمین سے ایک بالشت بلند کی گئی، اور ایک روایت میں چار انگشت بلندی کا ذکر ہے اور قبر شریف پر پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے سرخ وسفید رکھے گئے۔

ان تفصیلات نے بتایا کہ زمین سے قبر انور کی بلندی تدفین کے وقت زیادہ سے زیادہ ایک بالشت تھی اور قبر شریف پر پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے، اس کے بعد سے آج تک خاص قبر انور کے حصہ پر کوئی تغیر نہیں کیا گیا، نہ صرف یہ کہ مزار شریف اس سے زیادہ بلند اور نیچا نہیں کیا گیا، بلکہ اس میں کسی طرح کے تغیر وترمیم کے ارادے سے آج تک کسی نے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی اور جب اس مقام کی عظمت وحرمت کے پیش نظر بڑے بڑوں کو وہاں دم مارنے کی مجال نہیں، تو ایسی جسارت کون کرسکتا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ وفات نبی ﷺ کے سو سال کے اندر ہی مرقد اطہر کے حجرہ کو اس طرح بند کردیا گیا کہ کوئی اس میں داخل نہ ہوسکے۔

۵۴۸ھ میں حجرۂ اقدس کے اندر سے ایک آواز سنی گئی، جس سے سمجھا گیا کہ عمارت کا کچھ حصہ اندر گرا ہے، تو مشائخ صوفیا میں ایک معمر شخص جو ورع وتقویٰ وریاضت نفس میں بے مثل تھے، چند روز صائم رہ کر انہوں نے اپنے کو اندر داخل

ہونے کے قابل بنایا، چناں چہ ان کی کمر میں رسی باندھ کر چھت کے دریچے سے ان کو نیچے اتارا گیا، چھت سے مٹی وغیرہ اندر گری تھی، جس کو انہوں نے صاف کیا اور قبر شریف کے حصہ کو اپنی داڑھی سے صاف کر کے دارین کی سرخروئی حاصل کی، حقیقت یہ ہے کہ وہ جتنا بڑا دربار ہے اور جیسی عظیم المرتبت بارگاہ ہے، اسی قدر ادب واحترام کی مستحق اور عظمت وحرمت کی مقتضی ہے۔

حافظا علم وادب ورز کہ در مجلس شاہ ❖ ہر کرا نیست ادب لائق صحبت نبود

وہ حجرۂ انور جس میں آفتاب رسالت جلوہ ریز ہو، اس کی ضیا پاش کرنوں سے اگر کائنات کا ہر ذرہ اور عالم کا ہر گوشہ جگمگا اٹھے، تو اپنا دیدہ دل بھی اسی کے صدقہ میں روشن اور تاباں ہو، اسی حجرۂ انور کے متعلق کچھ باتیں پہلے عرض کی گئیں تھیں، اس کے بعض حصے اب بھی تحقیق طلب ہیں۔

اندرون حجرہ کی حدو پیمائش کیا ہے؟ اس میں تین مزارات مقدسہ کے بعد اب کتنی وسعت اور گنجائش ہے؟ ارباب سیر بالخصوص مدینہ منورہ کی تاریخ لکھنے والوں کا بیان ہے کہ حجرۂ شریفہ کے اندر جانے والوں نے جب اس کی پیمائش کی تو معلوم ہوا کہ قبلہ کی سمت یعنی دکھن جانب مغربی اور مشرقی حصوں کے درمیان فاصلہ دس گز اور ایک گز کا تہائی ہے اور اتر جانب یعنی شام کی سمت میں مغربی اور مشرقی حصوں کا درمیانی فاصلہ گیارہ گز سے کچھ زیادہ ہے، اور سمت قبلہ سے سمت شام کے درمیان پچھم اور پورب دونوں فاصلہ ساڑھے سات گز سے کچھ زیادہ ہے۔ (خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ، ص: ۱۴۷)

رہی مزارات مقدسہ کی ترتیب، کہ وہ کس ترتیب سے واقع ہیں، اس بارے میں تاریخ نگاروں کے بیان میں ذرا اختلاف ہے، کئی صورتیں مؤرخین نے لکھی ہیں، لیکن صحیح قول جو اکثر حضرات کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف قبلہ کی سمت سب سے آگے ہے، اس طرح کہ سمت قبلہ کی دیوار سے متصل مزار شریف ہے، اور اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر اس طرح واقع ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدر شریف (سینۂ مبارک) کے سامنے ان کا سر ہے، پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، اس کی ہیئت بھی یہی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینۂ مبارک کے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر ہے، مزارات مبارکہ کی ترتیب کے بارے میں یہی قول سب سے زیادہ صحیح بتایا گیا ہے، چناں چہ علامہ سمہودیؒ لکھتے ہیں :

والذی علیه الاکثر ان قبر النبی صلی الله علیه وسلم اما مها الی القبلة مقدما ای لجدار القبلة کما سیاتی ثم قبر ابی بکر رضی الله عنه خداء منکبی رسول الله صلی الله علیه وسلم و قبر عمر رضی الله عنه خداء منکبی ابی بکر رضی الله عنه۔ (خلاصه الوفا باخبار دار المصطفیٰ، ص: ۱۵۰)

ترجمہ : اور اکثر لوگوں کا قول ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سب سے آگے قبلہ کی طرف ہے، قبلہ کی دیوار سے ملی ہوئی، جیسا کہ آگے آئے گا، پھر حضرت ابوبکر کی قبر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مونڈھے کے سامنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مونڈھے کے سامنے ہے۔

اورحضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :

”زیراکہ قول اصح در وضع قبور شریفہ آن ست کہ سر ابوبکر صدیق محاذی صدر شریف نبوی ﷺ وسرعمر فاروق محاذی سینہ ابوبکر رضی اللہ عنہما“۔ (جذب القلوب، ص:۱۰۹)

ترجمہ : کیوں کہ مزارات مقدسہ کی ترتیب میں صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر آں حضرت ﷺ کے سینۂ مبارک کے سامنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کے سامنے ہے۔

اور ”ماثبت بالسنۃ“ میں شیخ محدثؒ فرماتے ہیں :

”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقدم وابوبکر خلف رأسہ عند منکبیہ صلی اللہ علیہ وسلم و طالت رجلاہ اسفل و عمر خلف ابی بکر رضی اللہ عنہما“۔ (ص:۱۳۶)

ترجمہ : قبر کی ترتیب یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ سب سے آگے اور آپ ﷺ کے سر مبارک کے نیچے مونڈھے کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اس طرح کہ ان کے پاؤں آگے نکل گئے ہیں اور حضرت عمر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے نیچے۔

چنانچہ حجرۂ انور کی اندرونی شکل اور مزارات مقدسہ کی ترتیب اس نقشہ سے واضح ہو جاتی ہے۔

یہاں پر نقشہ ہے اور نقشہ کے اردگرد یہ لکھا ہوا ہے :

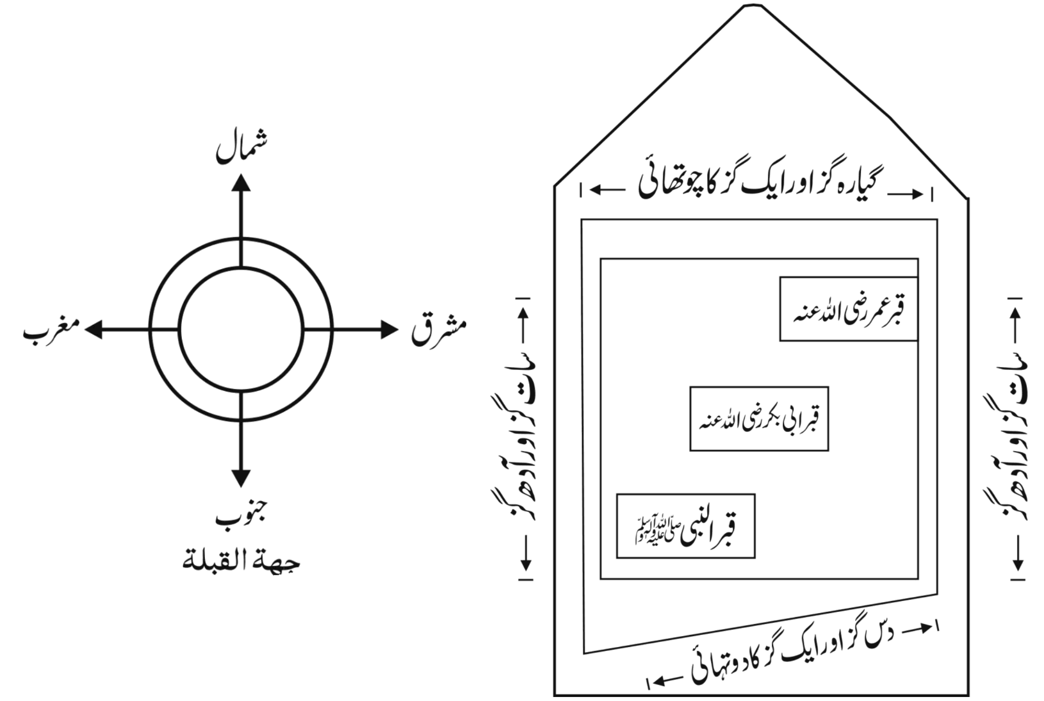

پیمائش کے اعتبار سے حجرۂ انور کی اندرونی وسعت اور طول وعرض کا حال معلوم ہو چکا، سمت قبلہ میں مغربی اور مشرقی حصوں کے درمیان جتنی جگہ اور وسعت ہے، اس میں تینوں مزارات مقدسہ یکے بعد دیگرے واقع ہیں، ایک قبر کے نصف حصے سے دوسری قبر کا ابتدائی حصہ پھر دوسری قبر کے نصف حصے سے تیسری قبر کا ابتدائی حصہ شروع ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح عرض میں تین قبروں کے وقوع ہونے سے مشرقی دیوار کی بنیاد تک تیسری قبر کے کچھ حصے (یعنی پیر) کے پہنچ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

چناں چہ خلیفۂ ولید کے عہد میں حجرۂ انور کی مشرقی دیوار قابل مرمت ہوگئی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں اس کو منہدم کیا گیا اور نئی دیوار بنائی گئی، مشرقی دیوار کے انہدام کے وقت اس کی بنیاد میں کسی کا قدم نمایاں ہوا، جس کو دیکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز اور دوسرے اکابر کو بڑی گھبراہٹ ہوئی کہ یہ کس کا قدم ہوسکتا ہے؟ بالآخر حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

وفی الصحیح عن هشام بن عروة عن ابيه انه لما سقط عنهم الحائط زمن الوليد اخذ وافی بنائه فبدت لهم قدم ففزعوا و ظنوا انها قدم النبی صلی الله عليه وسلم فما وجدوا احدا يعلم ذلك حتی قال لهم عروة والله ماهی قدم النبی صلی الله عليه وسلم ماهی الاقدم عمر—

(خلاصة الوفا باخبار دار المصطفیٰ، ص:۱۴۵)

ترجمہ : صحیح روایت ہے کہ ہشام سے اور ان کی اپنے والد عروہ سے کہ جب خلیفہ ولید کے زمانہ میں حجرۂ انور کی دیوار گرگئی اور لوگ اس کو بنانے لگے تو ایک قدم نمایاں ہوا، تو لوگ گھبرا گئے اور گمان ہوا کہ آں حضرت ﷺ کا قدم ہے؟ تو ان لوگوں نے کوئی ایسا آدمی نہیں پایا جو اس کو بتائے، آخر میں حضرت عروہ نے بتایا کہ یہ آں حضرت ﷺ کا قدم نہیں ہے، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

ظاہر ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر ترتیب میں تیسری ہے تو مشرقی دیوار کی بنیاد تک ان ہی کا قدم پہنچ سکتا ہے اور بعض مورخین نے تصریح کر دی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین کے لیے جب قبر کھودی گئی تو کچھ جگہ کی کمی، اور کچھ حضرت عمر کے قدم کی لمبائی، ان وجوہ سے قبر کے طول میں گنجائش نہ ہونے کے باعث ان کے پائے مبارک مشرقی دیوار کے نیچے طاقچہ بنا کر رکھے گئے تھے، اس لیے بالکل ظاہر ہے کہ جب وہ دیوار مرمت کے لیے منہدم کی گئی تو وہی پائے مبارک نمایاں ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ حجرۂ انور میں تینوں مزارات مقدسہ کی ترتیب بتانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

''پس بدیں تقدیر اگر پاہائے عمر بہ بنیاد دیوار حجرہ رسد دور نہ باشد''—(جذب القلوب، ص:۱۰۹)

ترجمہ : تو اس صورت میں حضرت عمر کے پاؤں حجرہ کی دیوار کی بنیاد تک پہنچ جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اس کے بعد ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حجرۂ انور کے انور آں حضرت ﷺ کے مرقد اطہر اور شیخین کی قبر شریف کے بعد کیا کسی اور قبر کی گنجائش ہے؟ بہ ظاہر ایسا خیال ہوتا ہے کہ اب اس میں کسی قبر کی گنجائش نہیں رہی اور اس کی ایک ہلکی سی تائید ایک مشہور واقعہ سے بھی ہوتی ہے، وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگی کہ حجرۂ انور میں آں حضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزارات مقدسہ کے پاس وہ دفن کئے جائیں، جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی، آپ کی خواہش پر آپ کے لیے ایثار کرتی ہوں۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس میں کسی اور قبر کی گنجائش ہوتی تو حضرت عائشہ ایسا نہ فرماتیں۔

لیکن تاریخ کی روشنی میں دیکھئے تو اس کے بعد دو ایک واقعات ایسے ہوئے ہیں جو اس شبہ کو زائل کردیتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی جب وفات ہوئی تو ان کی خواہش پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حجرۂ انور میں دفن کئے جانے کی اجازت دی تھی، اور اس طرح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے اجازت مانگی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بھی اجازت دی تھی، مگر بعض حالات کی بنا پر ان دونوں میں سے کسی پر عمل نہیں ہوسکا، پھر خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ مشہور قول ہے، جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

لاتدفنی معهم وادفنی مع صواحبی بالبقیع۔ (خلاصة الوفا باخبار المصطفیٰ، ص:۱۵۱)

ترجمہ: مجھے آں حضرت ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ حجرہ میں دفن نہ کرنا، بلکہ مجھے میری ساتھیوں (دوسری ازواج مطہرات) کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا۔

حضرت شیخ محدث دہلویؒ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

وقد قصد وادفن الامام الحسن بن علی رضی الله عنهما ورضیت بذلك عائشة رضی الله عنها وكذا رضت بدفن عبدالرحمن بن عوف فلم یتسیر وقیل استاذنوا عائشة بان تدفن فقالت انما ادفن مع صواحبی فی البقیع — (لمعات شرح مشکوٰۃ قلمی)

ترجمہ: لوگوں نے حجرۂ نبوی ﷺ میں حضرت امام حسن کے دفن کا ارادہ کیا اور حضرت عائشہ نے اس کی اجازت دے دی تھی اور اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف کے دفن کی اجازت بھی دی تھی، مگر اس پر عمل نہ ہوا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ سے اجازت مانگی گئی کہ آپ کے حجرہ میں دفن کیا جائے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ مجھے میری ساتھیوں (ازواج مطہرات) کے ساتھ بقیع میں دفن کیا جائے۔

پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت کے زمانہ میں کہا گیا تھا کہ اگر آپ مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کرلیں اور یہاں آپ کی وفات ہو تو حجرۂ انور میں دفن ہونے والوں میں چوتھے آپ ہوں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب بعض لوگوں کی یہ رائے سنی تو خوشی کی بہ جائے رنج وغصہ ظاہر فرمایا اور کہا کہ میں اپنے کو اس کا ہرگز اہل نہیں سمجھتا کہ میں ایسے مقدس مقام میں دفن کیا جاؤں۔۔۔(خلاصۃ الوفا باخبار المصطفی، ص: ۱۵۲)

یہ سارے واقعات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ہوئے ہیں، ان سے ظاہر ہوا کہ ان تینوں مزارات مقدسہ کے بعد بھی ایک قبر کی گنجائش اس میں تھی، جب ہی متعدد حضرات کے نام اس کے لیے پیش ہوتے رہے۔

رہا حضرت عائشہ کا حضرت عمر فاروق کو یہ فرمانا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی، آپ کے لیے ایثار کرتی ہوں، اس کا منشا یہ نہیں تھا کہ اب اس میں کوئی جگہ نہیں رہی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک صرف آں حضرت ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مزارات اس میں تھے، حضرت عائشہ کو اس سے کوئی اجنبیت وغیر محرمیت کا شبہ نہ تھا، لیکن حضرت عمر فاروق کی تدفین کے بعد انہوں نے حجرۂ انور کی آمد ورفت کو پہلے کی طرح نہ رکھا، بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عائشہ چادر ڈال کر یعنی حجاب کے ساتھ حجرۂ انور میں داخل ہوتی تھیں، حالاں کہ تدفین عمر سے پہلے وہ بلا حجاب کے اندر جاتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر سے حضرت عائشہ کا فرمانا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی، جو آپ کو دے رہی ہوں، اس بنا پر نہ تھا کہ اب کوئی دوسری جگہ نہ رہی، بلکہ اس بنا پر تھا کہ تدفین عمر کے بعد اس میں اپنی تدفین ان کو پسند نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ تدفین عمر کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت امام حسن کو اس میں دفن کیے جانے کی اجازت انہوں نے دی، لیکن خود اپنے لیے فرمایا کہ مجھے بقیع میں ازواج مطہرات کے ساتھ دفن کرنا۔

اب بعض حدیثیں دیکھی جائیں، ترمذی میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو پہلے یہودی تھے، پھر اسلام قبول کر کے صحابی کے بلند مرتبہ کو پہنچے) ان کی روایت ہے:

قال مکتوب فی التوارۃ صفۃ محمد و عیسی بن مریم یدفن معہ فقال ابو مودود قد بقی فی البیت موضع قبر۔۔۔(ترمذی، ابواب المناقب، ص:۵۲۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ تورات میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت لکھی ہوئی ہے، جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم آں حضرت ﷺ کے ساتھ دفن کیے جائیں گے، حدیث کے ایک راوی ابومودود نے کہا کہ بیت نبوی میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے ابن جوزی کی کتاب الوفا کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو کی یہ روایت نقل کی ہے:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد و یمکث خمسا و اربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر۔(مشکوٰۃ، کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ، ص:۱۸۰)

ترجمہ : عبداللہ بن عمر نے کہا کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے تو شادی کریں گے اور اولاد ہوگی اور ۴۵ رسال کے بعد ان کی وفات ہوگی، تو میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کیے جائیں گے، تو ہم اور عیسیٰ بن مریم ایک مقبرہ سے ابو بکر وعمر کے ساتھ قیامت میں اٹھیں گے۔

نہیں کہا جاسکتا کہ نزول عیسیٰ تک کیا حالات پیدا ہوتے ہیں؟ اور حجرۂ انور کی اندرونی ہیئت کیا رہتی ہے؟ بہر حال اتنا تو ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حجرۂ انور میں ایک قبر کی اور جگہ ہونی چاہیے، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے۔

حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے حدیث کی شرح میں صاف لکھا ہے :

قالوا والحکمة فیه ان یدفن فیه عیسیٰ علیه السلام اذا مات فی اٰخر الزمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم – (لمعات شرح مشکوٰۃ قلمی)

ترجمہ : حجرۂ نبوی میں ایک قبر کے باقی رہنے کی لوگوں نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری زمانہ میں وفات ہوگی تو اس میں دفن کیے جائیں گے۔

حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے شارحین حدیث مثلاً حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی تفصیل سے لکھا ہے کہ حجرۂ نبوی ﷺ میں ایک قبر کی گنجائش ہے۔

حجرۂ انور کے اس نقشہ پر نظر ڈالی جائے جو اوپر پیش کیا گیا ہے، اس سے بھی معلوم ہوگا کہ مشرقی جانب گوشہ میں ایک قبر کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ ماثبت بالسنہ میں ہے :

نقل اهل السیر عن سعید بن المسیب قال بقی فی البیت موضع قبر فی السهوة الشرقیة یدفن فیه عیسی بن مریم علیه السلام –(ما ثبت بالسنه،ص:۱۴۷)

ترجمہ : ارباب سیر نے حضرت سعید بن المسیب (جلیل القدر تابعی) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حجرۂ نبوی میں شرقی کونہ کی طرف ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

اس بارے میں اتنی توضیح اور حوالوں کو پیش کرنے کا منشا یہ ہے کہ حجرۂ انور کی اندرونی وسعت وگنجائش صحیح طور پر سامنے آجائے اور جو شک وشبہ ہو، وہ زائل ہوجائے۔

یہ روضہ انور کی کیفیت وحالت ہوئی، رہا اس کا مرتبہ، عظمت ومنزلت، تو اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ خود ذات اقدس ﷺ کی وہ جلوہ گاہ ہے، اس لیے سب سے بڑی فضیلت ومکرمت اس کو حاصل ہے، اسی سے روضۂ انور اور مرقد اطہر کی زیارت کی افضیلت وبرتری کا حکم بھی لگایا جاسکتا ہے، اگرچہ علما کے درمیان اختلاف ہے کہ روضۂ انور کی زیارت مستحب ہے، سنت ہے، یا واجب ہے؟ علمائے محققین اس کو واجب بتاتے ہیں، اکثر علمائے احناف اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں، لیکن ان کے بعض مثلاً محقق ابن الہمام وغیرہ اس کو قریب واجب کے لکھتے ہیں۔ حدیث نبوی میں وارد ہے :

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔

ترجمہ : جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

اس طرح کی اور دوسری حدیثیں بھی ہیں، جن سے زیارت کی تاکید ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ سنت اور مستحب کے ترک پر کوئی وعید یا ایسے کلمات نہیں آتے، بلکہ ترک واجب ہی پر وعید آتی ہے اور ایسے کلمات آتے ہیں۔

اس لیے ان آثار کی بنا پر محققین کے نزدیک روضۂ انور کی زیارت واجب ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ذات اقدس کے ساتھ انتساب کی وجہ سے اس بقعۂ مبارکہ کو جو شرف وفضل حاصل ہے، اس کی ہمسری کوئی نہیں کرسکتا ہے، علمائے امت کا اجماع واتفاق ہے کہ تمام مقامات سے افضل واکرم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے، لیکن ان دونوں مقامات میں سے کس کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بالآخر تمامی علما کا اس پر اتفاق ہے کہ روضۂ انور میں قبر شریف کی وہ جگہ جو آں حضرت ﷺ کے جسم اطہر کو مشتمل ہے اور اس سے متصل ہے، زمین وآسمان کے ہر حصہ، مکہ مکرمہ، بلکہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

دران زمین کہ نسیمے وزد ز طرۂ دوست ❖ چہ جائے دم زدن نافہ ہائے تاتاریست

اور اس کے بعد کعبہ معظمہ سب سے افضل اور اعلیٰ ہے اور پھر مکہ کے باقی حصہ پر مدینہ کا باقی حصہ افضل ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کا یہی مسلک تھا، چوں کہ احادیث وآثار سے اس کی تائید ہوتی ہے، علمائے محققین کا مختار مسلک بھی یہی ہے۔

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است ❖ اے خنک شہرے کہ آں جا دلبر ست

حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ ذات اقدس جو عبدیت کاملہ کے مقام پر فائز ہو کر تجلیات وصفات الٰہی کا مظہر اتم ہوئی، جس بلدہ اور شہر کو اس ذات سے خصوصی نسبت ہو اور پھر وہ حصۂ ارض جو اس کا مستقر اور جلوہ گاہ ہو، ظاہر ہے کہ اس کی برکت و فضیلت سے وہ مقام بھی کائنات کے انتہائی عزوشرف کا منبع ومرکز ہوگا، اور نہ صرف زمین وآسمان بلکہ کونین کے ہر حصہ ومقام سے افضل واعلیٰ ہوگا، حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

بل قال الجمہور فما ضم اعضاء الشریفۃ فھو افضل بقاع الارض بالاجماع حتی من الکعبۃ ای عند بعضھم ومن العرش ای ایضا علی ما صرح بہ بعضھم۔ (منسک ملا علی قاری، ص:۳۸۸)

ترجمہ : بلکہ جمہور علمائے امت کا قول ہے کہ جس سرزمین پر آں حضرت ﷺ کے اعضائے شریفہ (یعنی جسم اطہر) ہیں، وہ زمین کے تمام حصوں سے افضل ہے بالاتفاق، حتیٰ کہ بعض علما کے نزدیک کعبہ سے بھی، اور اسی طرح عرش سے بھی افضل ہے، یہ تصریح علمائے امت میں سے بعض نے کی ہے۔

ایسی بلند اور عالی بارگاہ جس کے مرتبہ کی اونچائی اور بلندی کی کوئی حد نہیں، جہاں کی حاضری عاصیوں کی بخشائش کا

ذریعہ بنتی ہے، جہاں پہ حاضری دینے والوں کے سلام کا جواب بہ نفس نفیس عنایت ہوتا ہے، اور جہاں پہنچ کر بہ جا طور پر محسوس ہوتا ہے :

احساس فنا ہوتا ہے پہنچتے ہی حرم میں ❖ جیسے کہ رسول عربی دیکھ رہے ہیں

میرے نزدیک تو اس مقام مقدس کے فضل وشرف کے لیے یہی کافی ہے کہ وہاں بخشش ورحمت کا فیض عام ہوتا ہے، ارشاد خداوندی کے مطابق خود ذات نبوی سے سلامتی اور رحمت ومغفرت کا پیغام ملتا ہے، حضور نبوی ﷺ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اور حضوری کے بعد سلام و پیام کی سعادت بلا واسطہ کسی پیامبر کے نصیب ہوتی ہے :

صبا کی نہ پیغامبر کی ضرورت ❖ وہ اظہار غم بر ملا اللہ اللہ

جس سر میں اس کا سودا ہو اور جو اس چشم سیہ مست کا بیمار ہو، اس کی اگر دلی آرزو ہے تو یہی کہ بخت یاوری کرے اور اس در اقدس تک رسائی ہو جائے :

در دل خیال وصل تو می پرورم بسے
کیف الوصول این مرادی الی متی

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

قارئین کرام سے مخلصانہ اپیل

کاغذ اور طباعت کی شدید گرانی کے پیش نظر ’’المجیب‘‘ کی قیمت میں اضافہ کر دیا گیا ہے، اُمید ہے کہ مجلہ کی اہمیت و افادیت اور قدر و قیمت کو مد نظر رکھتے ہوئے قارئین کرام اس اضافہ کو بطور احسن قبول فرمائیں گے، لہٰذا! ’’المجیب‘‘ کا خریدار بننے یا خریداری نمبر کی تجدید کرانے کے لیے جنوری ۲۰۲۰ء سے فی شمارہ -/50 روپے، سالانہ -/200 روپے، بذریعہ سادہ ڈاک -/250 روپے اور رجسٹری ڈاک -/400 روپے ادا کریں، نیز رسالہ حاصل ہونے کے بعد اپنی مدت خریداری لفاف پر ضرور دیکھ لیں، اگر مدت ختم ہوگئی ہے اور آپ کا زر تعاون باقی ہے تو براہ کرم بقایا رقم جوڑ کر بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں یا دارالاشاعت کے اکاؤنٹ میں جمع کر دیں۔

A/c No. : 1271488319, A/c Name : **DARUL ESHA'AT**
Central Bank of India, Branch: Anisabad, Patna-800002 (Bihar)
Cel No. +91-9006306098, 7250433562

گیارہویں قسط

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کتاب وسنت اور علمائے سلف کے اقوال وآثار کی روشنی میں

● محمد آیت اللہ قادری

ظہور رحمۃ للعالمین از عالم باطن بعالم ظاہر :

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس موضوع پر شمس العلماء مولانا محمد عبد الحی قادری مجیبی ؒ کا رسالہ بعنوان ''ظہور رحمۃ للعالمین'' نثر میں ہے جو ۶۷ رصفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مطبع مجیبی پھلواری شریف سے شائع ہوا، سنہ طباعت ۱۳۳۳ھ ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ زینت نگاہ ہے۔ اس رسالہ کے سرورق پر یہ عبارت موجود ہے :

> ''ظہور رحمۃ للعالمین'' از تالیفات جامع کمالات صوری ومعنوی شمس العلماء محمد عبد الحی صاحب قادری مجیبی سابق پروفیسر پٹنہ کالج ساکن ارکی دامت فیوضاتہ۔ از اہتمام خاکسار انام سید محمد علی ضامن قادری مجیبی پھلواروی عفی اللہ عنہ در مطبع مجیبی پھلواری طبع شد''۔

حالات وآثار بتاتے ہیں کہ شمس العلماء مولانا عبد الحیٔ قادری، خانقاہ مجیبیہ سے خاص نسبت رکھتے تھے، وہ حضرت اقدس فیاض المسلمین امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ کے مرید ومسترشد تھے، مؤلف ؒ پٹنہ کالج میں پروفیسر تھے اور اسلامیات ودینیات پر ان کی گہری نظر تھی، اگر چہ انہوں نے زیادہ کتابیں نہیں لکھیں لیکن جتنا لکھا اس کا معیار بہت بلند ہے۔ مؤلف نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے علامہ سید احمد زینی دحلان شافعی کی کتاب خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام کا اردو ترجمہ کیا، جو خانقاہ مجیبیہ سے شائع ہوا۔ اس کتاب میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے مذموم عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر مؤلف کی مشہور کتاب ''ظہور رحمۃ للعالمین'' ہے۔ دراصل شمس العلماء نے اپنا مضمون

''ظہور رحمۃ للعالمین''، ماہنامہ معارف پھلواری شریف کو عنایت کیا تھا، ماہنامہ معارف میں حضرت کا مضمون ''شیدائے خستہ جگر'' کے نام سے آتا تھا، معارف میں یہ مضمون چند مہینوں تک شائع ہوا، اس کے بعد اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اس کو رسالہ کی شکل میں چھپوایا گیا۔ جب یہ رسالہ طبع ہو کر منظر عام پر آیا تو اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی، علماء نے اس کی تعریف و تحسین کی، حضرت مولانا حکیم شاہ محمد شعیب رضوی نیر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدہ تقریظ لکھی اور اس رسالہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ممدوح کی تعریف کما حقہ کرنے سے عاجزی کا اظہار کیا جاتا ہے اسی طرح اس رسالہ کی کما حقہ خوبیوں کے اظہار سے بھی عاجزی ہے۔ ذیل میں ان کی تقریظ بعینہ لکھی جاتی ہے :

''حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ عالی جناب شمس العلماء مولوی محمد عبد الحی صاحب قادری مجیبی ساکن ارکی سابق پروفیسر پٹنہ کالج دامت برکاتہ نے گزشتہ سال ربیع الاول ۱۳۳۲ھ میں اپنا نایاب اور بیش بہا مضمون ظہور رحمۃ للعالمین معارف کو بغرض اشاعت عنایت فرمایا تھا جو جستہ جستہ چند مہینوں میں شائع ہو کر ہدیہ ناظرین کیا گیا۔ اس سال ماہ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ میں وہ کل مضامین یکجا کر کے مستقل رسالہ کی صورت میں چھپوا کر شائع کیا جاتا ہے شائقین معارف اور ناظرین باتمکین نے تو پہلے ہی اس مضمون کی خوبی اور ندرت کو معلوم کر لیا ہے اس لئے مجھے اس کی حاجت نہیں کہ ثانیاً اس کے اوصاف اور خوبیوں کا اعادہ کروں۔ اور اگر اس سبب سے کہ اس میں رسول امی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک ہے اور یہ مطابق قول شاعر :

هو المسك ما كررته يتضوع

ہر لحظہ اس کا اعادہ ہی کرتے رہنا لیزداد وا ایمانا کی تازگی بخش خوشبو سے مشام جان کو معطر کرتے رہنے کا باعث ہوگا اس لئے مضمون کی خوبی کا بیان کرنا ضرور ہے تو جس طرح صاحب ذکر (یعنی ممدوح) کی کما حقہ توصیف و تعریف سے اپنا عجز ظاہر کیا جاتا ہے اسی طرح اس اعلیٰ مضمون کی کما ینبغی خوبیوں کے اظہار سے بھی عاجزی ہے :

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی ❖ خدا سے پوچھ لو شان محمد ﷺ

مگر یہ ضرور کہوں گا کہ ہمارے محترم فاضل نے جس تحقیق و تدقیق کے ساتھ اس رسالہ میں صحیح روایتوں سے سیرت نبوی فداہ ابی و امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض ضروری واقعات جس طرز پر اکٹھا کیا ہے ایسا کم کسی سیرت کے مختصر رسالوں میں دیکھنے میں آئے گا خدا ہمارے محترم فاضل کی حیات دراز کرے اور ان کی ایسی خدمتوں سے ہمیشہ قوم کو بہرہ مند و مستفید کرتا رہے اور انہیں خیر جزا عطا فرمائے اور اس مجموعہ کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قبولیت کا اعلیٰ درجہ عطا فرمائے آمین۔ محمد شعیب قادری غفر اللہ لہ''۔۔۔۔(ص: ۲)

مؤلف نے اس رسالہ میں میلاد کے مخصوص پہلوؤں کو منتخب کر کے بیان کیا ہے۔ عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اختصار اور جامعیت کے جوہر سے اپنے میلاد نامہ کو دلچسپ اور مفید بنا دیا ہے۔ یہ رسالہ سہل اور عام فہم اردو زبان میں لکھا گیا ہے،

یہ کتاب سو سال سے زائد قدیم ہے اس لئے اردو زبان کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ بھی کثرت سے ہیں ۔میلاد خوانی کے لحاظ سے اس کا انداز سلیس اور رواں ہے ۔آیات قرآنی اور مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے بکثرت موجود ہیں ،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ،رضاعت ،معجزات وغیرہ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا گیا ہے ۔مغازی ابن اسحاق اور سیرت ابن ہشام کے حوالے سے مصنف نے کثرت کے ساتھ واقعات کو نقل کیا ہے ۔ابن اسحاق اور ابن ہشام کے متعلق یہ وضاحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ ابن اسحاق کا اصلی وطن کوفہ تھا لیکن ان کے دادا مدینہ منورہ آئے تو وہ وہیں ۸۵ھ میں پیدا ہوئے ان کی مغازی کو پہلی سیرت کی کتاب قرار دیا گیا ہے ،یہ کتاب اہل مدینہ کی روایات پر مبنی ہے ۔اس کی اکثر روایات ضعیف اور منکر ہیں ۔ابن ہشام المتوفی ۲۱۸ھ نے مغازی ابن اسحاق کی تلخیص کی ہے اور اس کی بہت سی روایات کی تصحیح کی ہے ،جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے ۔اب مغازی ابن اسحاق ،سیرت ابن ہشام سے مملو ہے ۔سیرت ابن ہشام کو سیرت نگار اور علماء نے معتبر کتاب تسلیم کیا ہے ۔

عنوانات :

رسالہ ''ظہور رحمۃ للعالمین'' کے درج ذیل عناوین ہیں :

ظہور رحمۃ للعالمین از عالم باطن بعالم ظاہر ،وجہ تسمیہ عبد المطلب ،ولادت وظہور رحمۃ للعالمین ،تحقیق لفظ رحمت ،ذکر رضاعت رحمۃ للعالمین و دیگر واقعات بعد از ولادت ،بندے از حالات وخوارق عادات ایام رضاعت رحمۃ للعالمین ،بیان معجزہ شق صدر رحمۃ للعالمین ،وفات حضرت عبد المطلب ،قصہ بحیرا ۔

ظہور رحمۃ للعالمین کی خصوصیت :

اس میلاد نامے کے مضامین مروج میلاد ناموں کی طرح ہیں ،نور محمدی ﷺ ،آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ ،وقت ولادت کے معجزات ،ایام رضاعت وغیرہ کا بیان ہے ،''ظہور رحمۃ للعالمین'' کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بعض ایسے مضامین بھی موجود ہیں جو اکثر میلاد ناموں میں نہیں ہیں مثلاً وجہ تسمیہ عبد المطلب ،تحقیق لفظ رحمت ،زم زم کے کنویں کی تلاش ،شق صدر کا واقعہ ،یہ ایسے مضامین ہیں جنہیں شمس العلماء نے اس رسالہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے ۔

مؤلف نے قرآن مجید ،معالم التنزیل ،فواتح الٰہیہ ،تفسیر جلالین ،تفسیر کشاف ،بخاری شریف ،مسلم شریف ،ابوداؤد شریف ،ترمذی شریف ،مغازی ابن اسحاق ،سیرۃ ابن ہشام ،کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ،شرح مواہب لدنیہ ،المورد الروی فی مولد النبوی ﷺ ،توراۃ اور انجیل یوحنا کے حوالے دے کر اپنی کتاب کو مستحکم بنایا ہے ان مذکورہ بالا کتابوں سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کس قدر مدلل ،محقق ،محکم ،وقیع اور اہم میلاد نامہ ہے ۔

چونکہ اس رسالہ کا نام ''ظہور رحمۃ للعالمین'' ہے ،شاید اسی لئے مؤلف نے اس رسالہ کے مشمولات ومحتویات میں پہلے

''ظہور رحمۃ للعالمین از عالم باطن بعالم ظاہر'' کا ذکر کیا اور آیت کریمہ: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۰۷ سے تیمناً وتبرکاً اپنی کتاب کا آغاز کیا، چنانچہ اس کتاب کی ابتداء کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں :

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۰۷ رسالت مصطفوی کے کارنامہ مرحمت شمامہ کا عنوان ہے اور مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ آپ کی ختمیت و نبوت کاملہ کا بلیغ بیان وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ آپ کی محبوبیت اور آپ کے محبوب رب العالمین ہونے کا اظہار صریح ہے، اور لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝۱۲۸ آپ کے انفس الرسل اور اکمل الانبیاء ہونے کا اعلان بہ عبارت فصیح، اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝۴ آپ کی معصومیت اور مقبولیت کا تمغہ ہے، اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۝۸ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۝۹ آپ کے مہربان و دلدادگان کے لئے سراسر بشارت و مژدہ آپ کو زینت کائنات کہنا بہت ہی بجا اور فخر موجودات سمجھنا نہایت ہی زیبا ہے، ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۝۹ جاننا عین ایمان ہے، فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى۝۱۰ سر حقیقت کا شایستہ بیان، لولاك لما خلقت الافلاك مصرح حقیقت محمدی ہے، اور لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل مشرح مرتبت احمدی، آپ کا خلق قرآن اور خلق مظہر صفات اللہ الرحمن، رافت آپ کی طبیعت اور رحمت آپ کی جبلت، وجود آپ کا سبب فلاح عالمیان، ظہور آپ کا سبب جہان و جہانیان، جس طرح نبوت آپ کی کافہ انام کو دعوت توحید دے رہی ہے، رسالت آپ کی تمام عالم کو ایصال رحمت کر رہی ہے، زبان میں طاقت نہیں کہ اس نعمت کاملہ کا کافی طور پر شکر ادا کر سکے اور بیان میں یہ سکت نہیں کہ اس رحمت شاملہ کے احساس کو ستودہ طریقہ سے الفاظ پر معنی کے لباس میں رہید حیرت سے رہا کر سکے۔

اللهم صل علی سیدنا محمد منبع الانوار نورہ و مخزن الاسرار ظہورہ''—(ص:۴)

مستند کتابوں کے حوالے سے مؤلف نے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی دنیا کے تمام انسانوں کے لئے نفع بخش ہے، فرق اتنا ہے کہ مسلمانوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں عالم میں رحمت کا باعث ہے اور غیر مسلموں کے لئے صرف دنیا ہی میں ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ آہ (سورہ انبیاء رکوع:۷، پارہ:۱۷) یعنی نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت تمام عالم کے لئے، شان رحمانیت خداوندی کے اظہار میں ہے اور آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ آہ (سورہ انفال، رکوع:۴، پارہ:۹) یعنی ہرگز یہ امر نہیں ہوسکتا کہ اللہ ان پر عذاب نازل کرے درحالتیکہ تمہارا وجود مظہر جود ورحمت ان میں موجود ہے فرمان مبرہن۔

معالم التنزیل میں آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ کی تفسیر بقول ابن عباس یوں کی ہے :

هو عام فی حق من اٰمن ومن لم یومن، فمن اٰمن فھو رحمة له فی الدنیا والاٰخرة ومن لم یومن فھو رحمة له فی الدنیا بتأخیر العذاب عنھم ورفع المسخ والخسف والاستیصال عنھم، وقد قال النبی صلی اللہ علیه وسلم انما انا رحمة مھداة۔

یعنی رحمۃ للعالمین کا لقب حضرت مصطفوی کا مومن اور کافر دونوں کے حق میں نفع بخش ہے، جن لوگوں نے ایمان لایا ہے ان کے لئے آپ کی رحمۃ للعالمینی دین و دنیا دونوں عالم میں نزول رحمت و برکت کا باعث ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ہیں ان کے لئے آپ کی شان رافت نشان ان کو دنیا میں معذب ہونے اور مسخ وخسف و ہلاکت...... سے بچائی ہے۔ چنانچہ حضرتؑ نے خود فرمایا ہے کہ میں طالب وغیر طالب دونوں کے لئے رحمت......ہوں۔

فواتح الٰہیہ نے اس آیت کی تصریح یوں لکھی ہے کہ اے اکمل رسل و میرے نائب اور میرے اخلاق کے ساتھ متصف و متخلق وتوحید ذاتی کے مظہر ہم نے تم کو محض رحمت عام تمام عالم وکافہ انام کے لئے بنا کر بھیجا ہے۔ قیامت تک تمہاری ذات سراپا رحمت سے خلائق بہرہ اندوز ہوتی رہے گی کیوں کہ تمہاری بعثت کے بعد کوئی بعثت ظہور میں آنے والی نہیں اور تمہارے دین کے بعد کوئی دوسرا دین ہونے والا نہیں بلکہ تم دائرۂ نبوت ورسالت کے مکمل اور مکارم اخلاق کے متمم ہو اور تمہارا دین ناسخ ادیان ہے۔ اللھم صل علی متمم دائرۃ النبوۃ والرسالۃ وسلم''۔۔۔(ص:۴-۵)

مؤلف نے واقعات کے بیان میں کہیں کہیں قرآن مجید کی متعلقہ آیات کو نقل کرنے کے بعد ان کا ترجمہ بھی لکھا ہے، اس کے بعد معتبر کتابوں کے حوالے سے ان کی تفسیر وتشریح کی ہے، جس میں ان کا عالمانہ طرز استدلال اور متین و پروقار لب ولہجہ جھلکتا ہے، چند اقتباسات بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے :

''آیت: لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ......یعنی تمہارے پاس رسول تمہیں میں کا عربی ہاشمی تم جیسا آگیا تمہاری تکلیف اس کو گوارہ نہیں تمہاری صلاح وفلاح میں حریص ونہایت کوشاں۔ مسلمانوں کے ساتھ سراپا رافت ورحمت تم اس کے حسب ونسب سے خوب واقف ہو عرب کے بنی اسماعیل میں سے ہے، پھر ایسے رسول کے آنے پر بھی اگر وے اے حبیب من روگردانی کو راہ دیں تو ان سے کہہ دو کہ مجھے اللہ کافی وبس ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کرلیا ہے، وہ خداوند عرش بزرگ ہے۔

معالم التنزیل میں اس آیت کے ضمن تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری ولادت اہل جاہلیت کے گنواروں کے طریقہ پر نہیں ہوئی ہے، بلکہ اسلامی طریقہ کے نکاح کی صورت میں ہوئی، اور ابن عباس، زہری، وابن محیص نے لفظ انفسکم کو بفتح فا پڑھا ہے یعنی تمہارے نفیس ترین اور افضل ترین لوگوں میں سے، کاتب الحروف یہاں پر اس امر کا ذکر کردینا مناسب سمجھتا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی پیدائش وولادت عرب کے نہایت محترم خاندان میں ہوئی، یعنی آپ عبداللہ بن عبدالمطلب ابن ہاشم کی ہمسر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں''۔۔۔(ص:۸)

''آیت: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ یعنی نزدیک ہوااور بڑھتا گیا بہ حدے کہ بہ انداز قرب دوکمان، یا اس سے بھی نزدیک تر پہنچ گیا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے، اُن اختلافات کا ذکر یہاں پر دوراز مقصد ہے۔

معالم التنزیل میں بھی کوئی قول فیصل نہیں مذکور ہے، مگر ابی محمد سہل ابن عبداللہ التستری نے جو متقدمین مفسرین قرآن میں سے ہیں اور جن کی وفات ۲۸۳ھ نبوی میں ہوئی ہے، صرف "دَنٰی فَتَدَلّٰى" کی تفسیر "قَرُبَ قُرْبًا بعدَ قُرْبٍ" کی ہے، یعنی نزدیکی پر نزدیکی حاصل کرتے ہوئے چلے گئے، اسی وجہ سے میں نے ترجمہ میں نزدیک ہوا اور بڑھتا گیا کیا ہے، بعد اس کے انہوں نے اس آیت کے باقی کلمات کی نسبت نہیں بحث کی ہے۔

فواتح الٰہیہ میں اس پوری آیت کی تفسیر بایں کلمات ہے :

ثُمَّ دَنٰى و تقرب صلى الله عليه وسلم الى ربه فَتَدَلّٰى ولحق وتعلق صلى الله عليه وسلم به سبحانه نوع تعلق و تحقق الى حيث تحقق فكان قرب ما بينهما قاب قوسين اى مقدار قوسى الوجوب والامكان الحافظين لمرتبتى الربوبية والعبودية۔ او ادنى واقرب منهما لفناء حصة الناسوت مطلقا فى اللاهوت وبقائها ببقاء حضرة الرحموت۔

ترجمہ : نبی ﷺ کو رب العزت سے ایسا قرب ہوگیا اور ایسے ملحق و متعلق سبحانہ وتعالیٰ سے ہوگئے اور ایسا تحقق و ادراک آپ کو حاصل ہوا کہ شاید و باید یعنی رب العزت اور ذاتِ مصطفوی میں بہ مقدار دوقوسوں کے قرب یا اس سے بھی زیادہ نزدیکی ہوگئی، یعنی اعتبار قوس الوجوب اور قوس الامکان کا حافظ و امتیاز بخش، درمیان مرتبۂ ربوبیت وعبودیت ہے، دونوں میں فارق و فاصل رہا۔

اللهم صل على سيدنا محمد عبدك الكامل و مظهرك التام المتمم بمكارم الاخلاق الذى قلت فيه انك لعلى خلق عظيم و على اٰله و صحبه اجمعين۔

یہ قرب جو اوپر بیان ہوا خصائص نبی ﷺ میں سے ہے۔ حضرت ابوالبشر سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کسی نبی کو اس درجہ کا قرب نہیں نصیب ہوا۔

سبحان اللہ وبحمدہ! کیا شان مصطفوی ہے، حقیقت الامر یہ ہے کہ قرب میں صرف مرتبۂ ربوبیت وعبودیت کا اعتبار باقی رہنا، ایسی معراج ہے کہ صاحب دل کے سوا ہم جیسے لوگوں کو اس امتیاز فاصل کے سمجھنے میں جہد ومجاہدہ کی ضرورت پڑے گی، عبد کامل وانسان کامل وہی کہا جاسکتا ہے، جو صفات باری کا پورا مظہر ہو، گویا انسان کامل کا وجود ایسا آئینہ مصفا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات متجمع صفات کمالی کا کامل طور پر ظہور وجلوہ ہوا ہے، ہر صفت باری بہ درجۂ اتم بہ شان ربوبیت اس کی مربی ہے، اور اس کی معبودیت نے بہ درجۂ کمال اس کے وجود پر موثر ہو کر عبد کامل اس کو بنا دیا ہے، کیوں کہ یہ امر مسلم ہے کہ ایک ذات مع الصفات کمالی تمام عالم کے ظہور کا مبدء ہے، اور عالم ظاہر وآثار اس میں کوئی شک

نہیں کہ اسی ذات مع الصفات کے مظاہر و آثار ہیں، ھو اللہ احد، اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد آہ توحید ذاتی وصفاتی وفعلی کے سمجھنے کے لیے کافی وبس ہیں۔ اللھم صل علی محمد الذی قلت لہ قل ھو اللہ احد الی آخرہ۔

المدعا رسالت آپ ﷺ کی شان ارفع کو سمجھنا ہم جیسوں کی استعداد سے بہت پرے ہے، بلکہ "تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ" کے حبل المتین کو مضبوط پکڑ کر "وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا" کی توفیق رب محمد و جبریل سے طلب کرنا چاہیے، حضرت نصرؒ کا یہ شعر کس قدر بلیغ ہے ؂

وحی کو آورد جبریل از جناب کبریا ❖ بود اعجازے ز معجزہا از ان مصطفےٰ

اور ذیل کے دو شعر کے مفاد سے بھی اللہ مجھ کو اور میرے تمام برادران دین کو متمتع و بہرہ اندوز کرے ؂

یا الٰہی چوں بمیرم روئے نیکوئے رسول ❖ بینم و باشم در آں دم مدح خوان مصطفےٰ

نصرؔ از جان وزبان و دل درود بے عدد ❖ باد ہر دم برتن پاک و روان مصطفےٰ

حافظؒ کا یہ شعر بھی بہت ہی پر معنی ہے ؂

ای فروغ ماہِ حسن از روئے رخشان شما ❖ آبروئے خوبی از چاہ زنخدان شما

حضرت فردؔ کا یہ شعر بھی کس قدر پُر اثر وخوش آیند ہے :

حسنش گواہ خوبی صنع خدائے ما ❖ صد آفرین بنفس خوش رہنمائے ما

—(ص:۸-۱۱)

صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نسب پاک کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا اور پھر ان کی اولاد میں بنو کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا پھر قریش میں بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں میرا انتخاب فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر میلاد ناموں میں نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ کو بیان کیا گیا حضرت شمس العلماء بھی سیرت ابن ہشام کے حوالے سے آپ ﷺ کے حسب ونسب کے متعلق لکھتے ہیں :

"سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعتبار حسب اشرف اولادِ آدم تھے اور باعتبار نسب آبائی و مادری افضل القوم بنی اسماعیل میں آپ کے دادا عبد المطلب بن ہاشم سر برآوردہ وممتاز لوگوں میں سے تھے، آپ ﷺ کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب تیسرے بیٹے اپنے باپ کے تھے، کیوں کہ عبد المطلب ابن ہاشم کو دس بیٹے ہوئے، عباس، وعبد اللہ، ابوطالب موسوم بہ عبد مناف، زبیر، حرث، حجل، مقوم، ضرار، ابی لہب موسوم بہ عبد العزی اور چھ بیٹیاں ہوئیں، صفیہ، ام حلیم البیضاء، عاتکہ، امیمہ، اروی، برہ، عباس وضرار کی ماں نتیلہ تھیں، وحمزہ ومقوم وحجل وصفیہ کی ماں ہالہ، عبد اللہ، ابی طالب، زبیر اور سوائے صفیہ کے اور لڑکیوں کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران تھیں، حرث بن عبد المطلب کی ماں کا نام سمراء تھا اور ابی لہب کی ماں کا نام بنیٰ" —(ص:۱۱-۱۲)

چاہ زم زم کی تلاش :

بنو جرہم کو جب مکہ مکرمہ سے نکال دیا گیا تو انہوں نے زم زم کے کنویں کو پاٹ کر زمین کے برابر کر دیا اور اس کی جگہ بتوں کی قربان گاہ بنادی گئی، عبدالمطلب کو چاہ زم زم کی بڑی تلاش تھی، ایک بار خواب میں ان کو وہ جگہ دکھائی گئی، اس جگہ کا نام ''قریۃ النمل'' تھا جو اساف اور نائلہ نامی دو بتوں کے درمیان تھی، یہاں قریش اونٹ ذبح کیا کرتے تھے، جب انہوں نے اسے کھودنے کا ارادہ کیا تو قریش نے اس کی مخالفت کی اور اس کام میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے آخر کار عبدالمطلب نے اپنے لڑکے حارث کو لے کر کھدائی شروع کر دی، کھدائی سے زم زم کا کنواں نکل آیا، قریش کے اس سلوک کو دیکھ کر انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوں گے اور وہ جوان ہو کر میرے لئے سہارا بنیں گے تو ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا جب ان کی یہ نذر پوری ہوگئی تو قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا لیکن لوگوں کے مشورے پر اپنے فرزند کے بدلے سو اونٹوں کو قربان کر دیا۔ چاہ زم زم کو ڈھونڈ نکالنا عبدالمطلب کا بہت بڑا کارنامہ ہے اسی لئے اس واقعہ کو میلاد ناموں میں بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت شمس العلماء نے اس واقعہ کو حسین انداز میں بیان کیا اور اس کے ضمن میں چاہ زم زم کی ملکیت پر قبیلوں کے دعوے اور پھر ان کے دستبردار ہونے کے واقعہ کو بھی بیان کیا ہے۔ واقعہ اگرچہ طویل ہے لیکن مفید اور معلوماتی ہے اس لئے یہاں لکھا جاتا ہے :

''اسی زمانہ مشغولی خدمت کعبہ میں انہوں نے چاہ زم زم کے اڑھانے اور صاف کرنے کا خواب (جب اپنے خواب گاہ متعلق کعبہ میں سوے ہوئے تھے) دیکھا، جس کا ذکر اختصار کے ساتھ پہلے ہو چکا ہے اور تفصیل اس کا بیان اب حسب روایت ابن اسحاق جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیان فرمودہ ہے، درج تحریر ہوتا ہے، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زم زم کے مدفون و مسدود ہو جانے کے بعد یہ پہلے پہل ہے اور پہلا کام ہے کہ عبدالمطلب کو زم زم کے صاف کرنے اور اڑھانے کا حکم آتا ہے، قصہ اس کا یوں ہے، جیسا کہ عبداللہ ابن زریر الغافقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سن کر روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ عبدالمطلب فرماتے تھے کہ جب میں اپنے حجرہ متعلق کعبہ میں سویا ہوا تھا، خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ طیبہ کو کھود ڈالو، میں نے پوچھا کہ طیبہ کیا شئی ہے، وہ چلا گیا اور غائب ہو گیا، دوسرے روز شب کو پھر اپنی خواب گاہ میں آکر میں سو گیا، پھر کسی نے کہا کہ برہ کو کھود ڈالو، میں نے پوچھا کہ برہ کیا شئی ہے؟ پھر وہ غائب ہو گیا، پھر اس کے دوسرے دن رات کو جب میں اپنے خواب گاہ میں سویا، وہ آیا اور کہا کہ مضنونہ کو کھود ڈالو، میں نے کہا کہ مضنونہ کیا چیز ہے؟ پھر وہ چلا گیا، پھر جب دوسرا دن ہوا شب کو میں اپنے بستر پر آیا اور سو گیا، پھر وہ میرے پاس پہنچا اور کہا احفر زمزم یعنی زم زم کو کھود ڈالو اور اڑھا دو، میں نے پوچھا کہ زم زم کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: لاتنزف ابدا ولاتذم، تسقی الجیح الاعظم. وھی بین

الفرث والدم، عند نفرۃ الغراب الاعصم عند قریۃ النمل۔ یعنی وہ کنواں ہے کہ کبھی چٹائے گا نہیں اور نہ خشک ہوگا، حجاج خدائے بزرگ اطراف واکناف کو سیراب رکھے گا، درمیان خاک وخون کے مدفون ہے، سفید ڈہنے والے کوے کے چونچ مارنے کی جگہ، چونٹیوں کے مسکن وبکھار کے پاس۔ بس عبدالمطلب کو جب اس کی شان و پتہ سے آگاہی ہوگئی اور سمجھ گئے کہ یہ رویائے صادق ہے، دوسرے دن مددگاروں اور اپنے بیٹے حرث کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے، اس وقت حرث کے سوا دوسرے لڑکے کوئی نہیں پیدا ہوئے تھے، الغرض کھودنا شروع کیا، کھودتے کھودتے جب کنواں نکل پڑا، اور اس کا منہ ظاہر ہوگیا، عبدالمطلب نے بہ آواز بلند اللہ اکبر کہا، قریش سمجھ گئے کہ مقصد وحاجت ان کی پوری ہوئی، سب کے سب ان کے پاس پہونچے اور کہا کہ عبدالمطلب یہ ہمارے باب اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے، ہم سب کا بھی اس میں حق پہونچتا ہے، ہم لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرو، عبدالمطلب نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا، کیوں کہ یہ ایک ایسا امر ہے کہ تم میں سے صرف میں اس کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہوں اور یہ کنواں صرف مجھے عطا ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ یا تو ہمارے حق میں انصاف کرو، ورنہ ہم تم کو چھوڑیں گے نہیں اور بہ مخاصمت پیش آئیں گے، عبدالمطلب نے جواب دیا کہ اچھا ہم تم کوئی حکم وثالث بدیں، انہوں نے کہا اچھا، کاہنہ بنی سعد بن ہذیم حکم قبول کی جائے، عبدالمطلب نے کہا بہتر، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ کاہنہ اشراف ملک شام میں سے تھی، الغرض عبدالمطلب اپنے چند بھائیوں بنی ہاشم بن عبدمناف کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے، اور ہر قبیلہ قریش کی ایک ایک جماعت ساتھ ہوئی، زمین شام یہاں سے چند ریگستانی منزل پر ہے، غرض کہ یہ ایک ریگستانی منزل میں مابین حجاز وشام جب پہونچے تو عبدالمطلب کے ساتھ جو پانی تھا ختم ہوگیا، اور پیاس کی شدت بہ غایت پہونچی، اور عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کو ہلاکت کا یقین ہوگیا، تب انہوں نے قبائل قریش سے جو ان کے ساتھ تھے، پانی طلب کیا، ان لوگوں نے دینے سے انکار کیا اور کہا ہم لوگ ریگستان میں ہیں، ہم بھی اپنی جانوں کو ڈر رہے ہیں کہ کہیں تم جیسی ہماری حالت بھی نہ ہوجائے، جب عبدالمطلب نے قوم کے اس برتاؤ کو دیکھا اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کی جان کے ضائع ہونے کے خوف کو خیال کیا، تو ان سے پوچھا کہو، پھر کیا رائے ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سب تمہاری متابعت رائے کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے، جو تم چاہو ہم کو حکم دو، عبدالمطلب نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ ہر ایک ہم میں کا اپنے اپنے لیے ایک ایک گڈھا کھود ڈالے، جس بوتے سے اور جس طرح پر اس سے اس وقت ہوسکے، تاکہ جب ہم میں کا کوئی مرے، اس کے ساتھی اس کو اسی کے کھودے ہوئے گڈھے میں دفن کردیں، یہاں تک کہ ہم میں کا صرف ایک آدمی رہ جائے، تو ایک آدمی کا ضائع ہونا تمام قافلہ کے برباد ہوجانے سے کہیں بہتر ہے، سب نے کہا بہت مناسب، آپ نے ٹھیک فرمایا، بعد ازاں ہر شخص ان میں کا اٹھا اور ایک ایک گڈھا اپنے اپنے لیے کھود کر تیار کرلیا، بعد اس کے آکر بیٹھے اور شدت پیاس میں موت کے منتظر ہوگئے، بعد اس کے عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ عجز وکسل کے سبب سے ہم یوں پیاسے اور بے پانی

جان دیں اور کہیں جائیں نہیں، اور پانی کی تلاش میں نہ لگیں، واللہ مناسب نہیں، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ ہم کو پانی نصیب کرے، چلو کوچ کرو، الغرض سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور قبائل قریش جو ان کے ساتھ تھے، ان کی کارروائیوں کو دیکھ رہے تھے، عبدالمطلب اپنی ساڑھنی کے پاس آئے اور سوار ہو گئے، جب ساڑھنی ان کو لئے ہوئے اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے ایک چشمہ آب شیریں کا اُبل پڑا، عبدالمطلب نے نعرۂ اللہ اکبر کہا اور ان کے ساتھیوں نے بھی اللہ اکبر کہا، بعد اس کے سانڈھنی سے اتر پڑے اور خود بھی اور ان کے یاروں نے بھی خوب سیر ہو کر پانی پیا اور سب نے اپنے اپنے مشکیزوں کو بھر لیا، بعد اس کے ان قبال قریش کو جنہوں نے ان کو بہ خوف جان پانی دینے سے انکار کیا تھا، پکارا کہ چلو، پانی آ کر لو، اللہ تعالیٰ نے ہم کو پانی پلایا تم بھی آ کر پیو اور سیراب ہو، وہ لوگ بھی پہونچے اور سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے مشکیزوں کو بھر لیا، بعد اس کے اس قبیلہ قریش نے عبدالمطلب سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اب تمہارے حق بہ جانب ہمارے مقابل انصاف فرما دیا، سوگند بہ خدا اب ہم تم سے جھگڑا نہیں کرنے کے اور زم زم کے بارہ میں مطلق تمہارے خلاف نہیں ہونے کے، جس نے تم کو اس پتھریلی جگہ اور ریگستان میں یہ پانی پلایا، اسی نے زم زم کے ساتھ بھی تم کو مخصوص کیا ہے، اب بہ ہمیں سعادت اپنی چاہ آب کی جانب مراجعت کرو، پس عبدالمطلب نے مع اپنے رفقا و دیگر کسان قبائل قریش اس جگہ سے گھر کو مراجعت کی اور کاہنہ کے یہاں جانے کا خیال ترک کیا، اور مکہ پہونچ کر حجاج کی آب نوشانی کے لیے زم زم کو ٹھیک کیا اور سقایہ میں مصروف ہوئے، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زم زم کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیان فرمودہ حدیث یہی ہے، جو مجھ تک پہنچی ہے، مسود اوراق (راقم السطور) کہتا ہے کہ نور رحمۃ للعالمین کے کرشموں میں سے دوسرا واقعہ ہے، جو حضرت عبدالمطلب کے ساتھ واقع ہوا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی ہاشم کا یہ عام خیال تھا کہ چاہ زم زم کے صاف کرنے کے وقت جب قریش برسرِ پُرخاش ومخاصمت ہوئے اور ثالث کے فیصلہ پر معاملہ زم زم اٹھا رکھا گیا تو عبدالمطلب نے جناب باری میں نذر مانی کہ اگر ہم کو اللہ دس بیٹے عنایت کرے اور سیانے ہو کر اس قابل ہو جائیں کہ مخالف کے مقابلہ میں میری اعانت کریں تو ان میں سے ایک کو میں اللہ کی راہ میں کعبہ میں ذبح کروں گا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کی مراد کو پورا کیا اور ان کو باور ہو گیا کہ اب وہی ہماری مدد کر سکیں گے اور مصیبت میں آڑے آسکیں گے تو اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور اپنی نذر کی حقیقت ان سے بیان کی اور ایفائے نذر کے بارے میں ان سے پوچھا۔ سب نے بیک زبان مستعدی و انقیاد ظاہر کیا...... قرعہ اندازی شروع کی تو پاسہ عبداللہ کے نام سے پڑا...... اولاد قریش نے کہا کہ سوگند بخدا اس کو ہرگز ذبح نہ کرو، ورنہ مشکل کا سامنا ہو گا لوگ اپنے بیٹے کو بعد اس کے ہمیشہ لایا کریں گے اور ذبح کریں گے اس صورت میں بقاء نسل کا کیا حال ہو گا...... عبدالمطلب مع ہمراہیان ...... عرافہ سے ملے اور اپنا اور اپنی نذر کا قصہ اس سے کہہ سنایا اس نے ان سے کہا کہ...... دیت وخون بہا کی تعداد و مقدار تم میں کیا ہے۔ کہا کہ دس اونٹ، کیونکہ یہی مقدار اس زمانہ میں جاری تھی،

اس نے کہا اچھا تو اب اپنے وطن کو لوٹ جاؤ اور دس اونٹ اور عبداللہ کے بارے میں جا کر قرعہ پھینکو، اگر عبداللہ کے نام سے قرعہ آئے تو دس اونٹ زیادہ کر کے پھر پھینکو، اسی طرح زیادہ کرتے جاؤ یہاں تک کہ اونٹوں کی نسبت قرعہ آجائے بعد اس کے ان اونٹوں کو قربان کر دو اور جانو کہ تمہارا رب تم سے راضی ہوگیا۔ چنانچہ بعد از مراجعت یہی کیا گیا اور سو تک جب تعداد اونٹوں کی پہونچی تو قرعہ اونٹوں کے نام آیا...... وہ کل اونٹ قربان کئے گئے اور ویسے ہی قربان گاہ میں چھوڑ دئے گئے۔ نہ تو انسان نہ حیوان کو اس کے کھانے سے روکا گیا''۔ (ص:۱۶-۲۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے متعلق لکھتے ہیں :

''سیرۃ ابن ہشام میں محمد ابن اسحاق مطلبی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کو بہ وقت شب بارہویں ربیع الاول کو عام الفیل میں یعنی جس سنہ میں ابرہہ نے ہاتھی سواروں کی فوج کے ساتھ کعبہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی پیدا ہوئے اور عالم باطن سے عالم ظاہر میں تشریف لائے اور المطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ کے قول کو نقل کیا ہے کہ قیس بن مخرمہ نے بیان کیا کہ میں اور نبی ﷺ دونوں عام الفیل یعنی سنہ اصحاب فیل میں پیدا ہوئے ہیں اور ہم دونوں ہم جولی ہیں اور سعد بن زرارۃ الانصاری سے روایت ہے کہ ہماری قوم کے بہت سے لوگوں نے حسان بن ثابت کے قول کو بیان کیا ہے کہ کہا انہوں نے کہ واللہ میں سات یا آٹھ برس کا لڑکا بارڑھ ونمو پر تھا اور جو جو باتیں سنتا تھا، ان کو سمجھتا تھا کہ میں نے ایک یہودی کو بہ آواز بلند یثرب کی ایک جائے بلند پر ہو کر پکارتے ہوئے سنا کہ: اے قوم یہود! اے قوم یہود! یہاں تک کہ قوم یہود کے لوگ اس کے پاس اکٹھا ہو کر پوچھنے لگے کہ کہو کیا کہتے ہو، اس نے کہا کہ آج کی رات احمد ﷺ کا ستارہ طلوع ہوگیا اور وہ آج کی شب پیدا ہوئے۔

عاشقان جمال محمدی ﷺ اس وقت سراسر رحمت و برکت کی خوبی کو قیاس کر سکتے ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ کی ولادت نے عالم ظاہر کو کن کن مراحم وعطیات ایزدی کا مورد و مجلّٰی بنادیا، بالخصوص جب آپ کے مقدم سراپا کرم کی نقابت میں خود کلام ربانی: لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ گویا ہو اور آیت: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ فائز بہ رحمت رحمانی کرنے کے لیے طلب گاران رحمت کی جویا، آپ ﷺ کا وجود باجود انما انا رحمۃ مھدمہ کی بشارت دے رہا ہو اور کلام معجز نظام: فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ کی جانب اشارہ کر رہا ہو۔ اللھم صل علی رحمۃ للعالمین و نخبۃ النبیین وسلم۔

المختصر ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ متولد ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب کو کہلا بھیجا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرزند اور آپ کو پوتا عنایت فرمایا ہے۔

آپ تشریف لائیں اور اس مولود یتیم کو آکر دیکھیں، حضرت عبدالمطلب تشریف لائے اور پوتے کو محبت ورافت کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے زمانۂ حمل کے کل واقعات عجیبہ وغریبہ کو ان سے کہہ سنایا اور اس امر

سے بھی ان کو آگاہ کردیا کہ اس بچہ کے تسمیہ کے بارہ میں مجھے حکم ہوا ہے کہ نام اس کا ''محمد'' رکھیو، بعد اس کے حضرت عبدالمطلب نے اپنے پوتے کو گود میں لیا اور لیے ہوئے کعبہ میں داخل ہوئے اور دیر تک کھڑے رہ کر اللہ سے دعا اور اس عطیۂ گراں بہا کا شکر ادا کرتے رہے، اور بعد فراغت از دعا پوتے کو گود میں لیے ہوئے خانۂ کعبہ سے باہر نکلے اور گھر آکر مادر رسول ﷺ کے گود میں رسول اللہ ﷺ کو دے دیا۔ اللھم صل وسلم علی محمد حین کان فی بطن امه و حین ظھر وکان رضیعا و حین کان شابا وحین کان شیخا شائبا ـــ (ص: ۲۴-۲۶)

میلاد کی محفل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھنا مجلس کا ایک جزء لاینفک بن گیا ہے یہی وجہ ہے کہ میلاد نگاروں نے صلوۃ وسلام لکھنے کا بڑا اہتمام کیا ہے لیکن مؤلف نے اس میلاد نامہ میں درود وسلام لکھتے وقت اظہار عقیدت و محبت کی جو کوشش کی ہے وہ قابل ستائش وتعریف اور داد وتحسین ہے۔ مؤلف نے ہر مضمون میں اسی کے مطابق صلوۃ وسلام لکھنے کا اہتمام کیا ہے اس کے کچھ نمونے درج ذیل ہیں :

مضامین	درود وسلام
آیت: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ الخ	اللھم صل علی متمم دائرۃ النبوۃ والرسالۃ وسلم
آیت: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾	اللھم صل علی سیدنا محمد عبدك الکامل ومظھرك التام المتمم بمکارم الاخلاق الذی قلت فیه انك لعلی خلق عظیم وعلی آله و صحبه اجمین
ولادت وظہور رحمۃ للعالمین	اللھم صل وسلم علی محمد حین کان فی بطن امه و حین ظھر وکان رضیعا و حین کان شابا وحین کان شیخا شائبا
نور احمدی ﷺ	اللھم صل وسلم علی نور الذات وسر الساری فی جمیع الاسماء والصفات اللھم صل علی نور الانوار و سر الاسرار وسلم اللھم ارنا الاشیاء کما ھی وصل علی سیدنا محمد وآله صلاۃ لا متناھی

عام میلاد ناموں کی طرح اس میں نور محمدی ﷺ کا بیان ہے لیکن اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ مولف نے نور احمدی ﷺ، اور منصب رحمۃ للعالمینی کا بیان جتنی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کیا ہے اور نور احمدی ﷺ اور رحمۃ للعالمینی کے تعلق سے جس قدر کثرت سے اہم کتابوں کی عبارتوں کو نقل کیا ہے اور حوالہ جات کو جمع کیا ہے وہ دوسری میلاد کی کتابوں میں نہیں ملتے ہیں۔ بطور نمونہ دو اقتباسات درج ذیل نقل کئے جاتے ہیں :

''رحمۃ للعالمین کی ترکیب اس امر کو صاف بتلارہی ہے کہ تمام ماسوا اللہ سے یہ رحمت سابق اور مقدم ہے صرف ذات باری سے موخر۔ چہ عرش و چہ کرسی چہ ملائکہ و چہ جن وانس چہ آدم و چہ ابلیس چہ بہشت و چہ دوزخ سب کا وجود آپ کے وجود کے بعد ہے۔ رحمۃ گویا نور رحمن کا مجلی ومظہر بن کر و مجلی بہ رافت ورحم ہو کر رؤف رحیم کے لقب عالی نسب کے ساتھ

جہان و جہانیان کو ظلمت آباد جہل سے فسحت آباد نور وعلم میں لے جانے کے لئے نور افشان و کرم گستر ہوئی ہے ۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ آیت :وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ میں ذات باری متکلم ہے ۔ذات احمد معبر برحمۃ مخاطب ۔عالمین ماسوالاحد واحمد ۔ اللھم صل وسلم علی نور الذات و سر الساری فی جمیع الاسماء والصفات ''—(ص:۲۷)

''واخرج ابن سعدواحمد والطبرانی والبیہقی وابو نعیم عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ما کان بدء امرك قال انی دعوۃ ابی ابراھیم وبشری عیسیٰ ورأت امی کانہ خرج منھا نور اضأت بہ قصور الشام ۔یعنی ابن سعد،احمد،طبرانی اور بیہقی نے اور ابونعیم نے ابوامامہ سے تخریج کی ہے،کہا کہ کسی نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ یارسول اللہ آپ کی ابتدائے کیفیت کس طور پر ہے ۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری والدہ نے دیکھا کہ گویا کہ ان سے ایک ایسا نور نکلا جس سے ملک شام کے محل روشن ہوگئے''—(ص:۵۶)

ذکر رضاعت رسول اکرم ﷺ اور ایام رضاعت کے حالات وخوارق عادات کا تذکرہ تحقیق وتوضیح کے ساتھ کیا ہے چنانچہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے متعلق ایک مشہور واقعہ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں :

''جب میں نے اس بچہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی ماں سے لے لیا اور لے کر اپنے پڑاؤ پر پہونچی اور اس کو گود میں لے کے بیٹھی میری دونوں چھاتیوں میں دودھ بھر آیا اور اس نے سیر ہوکر خوب پیا اور اس کے رضاعی بھائی نے بھی آسودہ ہوکر پیا پھر دونوں سوگئے حال آنکہ (حالانکہ) قبل اس کے میرا بچہ نہ تو خود سوتا تھا اور نہ ہم سب کو سونے دیتا تھا بعد اس کے میرا شوہر اٹھا اور اونٹنی کے پاس گیا،دیکھتا ہے کہ اس کا تھن دودھ سے بھر آیا ہے،فوراہی دوہنا شروع کیا اور دودھ لے کر آیا اور خود پیا اور مجھے پلایا تا آنکہ ہم دونوں سیر ہوگئے اور رات کو چین سے سوئے ۔جب صبح کو ہم سب اٹھے تو میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ حلیمہ واللہ تو بڑی برکت کی شئے اٹھالائی ہے میں نے کہا سوگند بخدا میں اس کی امیدوار ہوں حلیمہ کہتی ہیں کہ بعدازاں ہم نے کوچ کیا اور میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوئی اور اس بچہ سراپا برکت کو بھی اسی پر اپنے ساتھ لے لیا سوگند بخدا کہ اس اونٹنی میں ایسی تیز قطع منزل کرنے لگی کہ کسی کا دراز گوش اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا یہاں تک کہ میری ساتھ والیوں نے مجھ سے کہا کہ اے بنت ذؤیب ہم سب کے ساتھ ساتھ چلو آگے مت بڑھو ۔ یہ تو کہو کہ یہ وہی اونٹنی ہے جس پر تم آئی تھیں میں نے ان سے کہا کہ واللہ یہ وہی ہے،ان سب کی سب نے کہا کہ اب تو اس کی ایک عجیب شان ہے''—(ص:۵۹)

شق صدر کا واقعہ :

حضرت شمس العلماء نے شق صدر کے واقعہ کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے ۔شق صدر یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

سینہ مبارک کو چاک کر کے قلب اطہر کو غسل دینے کا واقعہ متعدد بار پیش آیا، پہلی بار عہد طفلی یعنی چار سال کی عمر میں، دوسری دفعہ صحراء میں جب آپ ﷺ کی عمر دس سال کی تھی، تیسری مرتبہ نزول وحی کے وقت غار حرا میں، چوتھی دفعہ سفر معراج کے وقت۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''الم نشرح'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ لہو ولعب کی محبت کو دل سے نکالا گیا، دوسری بار شق صدر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف متوقع جوانی کی رغبتوں کے تدارک کے تھا، تیسری مرتبہ دل کو وحی کے تحمل و برداشت کے قابل بنایا گیا، اور چوتھی دفعہ سفر معراج کے موقع پر شق صدر اس لئے کیا گیا تا کہ دل کو عالم ملکوت کے مشاہدے کی قوت حاصل ہو جائے۔ مؤلف نے ابن اسحاق کے حوالے سے صرف شق صدر کا وہ واقعہ بیان کیا ہے جو عہد طفلی میں پیش آیا تھا چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

''ابن اسحاق فرماتے ہیں...... بنی سعد بن بکر میں میری رضاعت انجام پائی اور ایک مرتبہ جب میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ گھر کے پچھواڑے اونٹوں کو چرا رہا تھا کہ دو شخص بلباس سفید سونے کا طشت ہاتھ میں برف کے پانی سے بھرا ہوا لئے ہوئے آئے۔ ہم کو پکڑا اور میرے شکم کو چاک کیا اور میرے دل کو نکالا اور اس کو چاک کیا پھر اس میں سے ایک چیز چھچھڑے سی اور سیاہ نکالی اور پھینک دی۔ پھر میرے دل کو اور پیٹ کو دونوں نے اسی آب برف (برف کے پانی) سے دھویا اور صاف کیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ دس افراد امت کے برابر ان کو وزن کرو۔ اس نے ایسا ہی کیا، پھر کہا کہ سو افراد امت کے مقابل میں وزن کرو اس نے ایسا ہی کیا پھر ہزار امت کے برابر مجھے تولے جانے کو کہا، اس نے ہزار فرد امت کے برابر مجھے تولا تب بھی میں وزنی نکلا، تب اس نے کہا کہ آپ کو چھوڑ دو اگر تمام امت سے بھی تولو گے تو آپ ہی وزنی ٹھہریں گے''۔ (ص: ۶۳)

مؤلف نے اس میلاد نامہ میں ابن اسحاق کے حوالے سے قصہ بحیرا یعنی سفر شام میں نبی اقدس ﷺ پر بادل کا سایہ افگن ہونا اور شام میں بصری کے مقام پر بحیرا راہب سے آپ ﷺ کی ملاقات کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ اس کو بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

''ابن اسحٰق فرماتے ہیں...... ایک دن ابو طالب نے بقصد تجارت دیار شام کا تہیۂ سفر کیا۔ جب روانگی کا وقت آیا ...... رسول اللہ کو ساتھ لئے روانہ ہوئے۔ جب قافلہ دیار شام میں بمقام بصریٰ پہونچا۔ ایک جائے مناسب وخوش قطعہ میں ایک درخت کے نیچے رحل انداز قیام ہوا۔ اس جگہ سے تھوڑی دور پر ایک صومعہ تھا اس میں ایک راہب بحیرا نامی رہتا تھا۔ علوم نصرانیہ کا ماہر اور مرد مرتاض تھا...... جس وقت یہ قافلہ اتر رہا تھا صومعہ کے اندر سے اس نے ایک عجیب امر مشاہدہ کیا کہ ایک قافلہ آرہا ہے اور اس میں ایک شخص کم سن بھی سواری پر آرہا ہے اور اس کے سر پر ایک پارۂ ابر (بادل کا ٹکڑا) سایہ کئے ہوئے برابر ساتھ ساتھ آرہا ہے۔ یہاں تک کہ صومعہ سے نزدیک والے درخت کے نیچے مقیم ہوئے اور دیکھا کہ وہ ابر اس درخت پر سایہ افگن ہے اور تمام شاخیں اس درخت کی سمٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ انداز

ہیں۔جب بحیرا نے یہ منظر دیکھا اپنے صومعہ سے باہر نکلا،کھانا پکانے کے لئے حکم دیا اور جب کھانا پک چکا تو اہل قافلہ کو تناول طعام کے لئے بلوا بھیجا......جب بحیرا نے آپ کو دیکھا تو آپ کی جانب ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا اور آپ کے جسد مبارک پر بہت سی چیزوں کا از قسم علامات پتا لگانے لگا اور جب سب علامتیں پالیں اور کل اوصاف کے مشاہدہ کر لئے ...... بعد اس کے آپ کی پشت مبارک کو معائنہ کیا اور خاتم النبوۃ کو دونوں مونڈھوں کے درمیان موقع پر پایا جیسا کہ اس کی صفت اس کی کتاب میں مذکور تھی۔۔۔بحیرا جب اس امور سے فارغ ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ یہ لڑکا تمہارا کون ہوتا ہے،ابو طالب نے کہا کہ میرا بیٹا ہے۔اس پر بحیرا نے کہا کہ یہ آپ کا بیٹا تو نہیں ہوسکتا اور نہ یہ امر قرین امکان ہے کہ اس لڑکے کا باپ زندہ ہو۔تب ابو طالب نے کہا کہ میرا بھتیجا ہے۔پھر بحیرا نے پوچھا کہ اس لڑکے کے باپ کیا ہوئے۔ابو طالب نے جواب دیا کہ جب یہ لڑکا ہنوز شکم مادر ہی میں تھا کہ اس کے باپ نے وفات پائی۔بحیرا نے کہا کہ اب تم نے ٹھیک کہا۔سنو اپنے بھتیجے کو جلد تم اس کے وطن مالوف لے جائیو اور قوم یہود سے اس کی حفاظت کیجیو کیونکہ سوگند بخدا اگر وہ اس کو دیکھ لیں گے اور ان باتوں سے واقف ہو جائیں گے جن باتوں سے میں آگاہ ہوگیا ہوں تو وہ ان کے درپے آزار ہو جائیں گے کیونکہ اس بھتیجے کی تمہارے بہت بڑی شان ظاہر ہونے والی ہے بس فوراً اس کو اس کے وطن میں پہونچاؤ چنانچہ ابو طالب نے جب امور تجارت سے ملک شام میں فراغت پائی تو فوراً آپ کو لئے ہوئے مکہ لوٹ آئے''۔۔۔(ص:۱۷)

مجموعی طور پر حضرت شمس العلماء نے ''ظہور رحمۃ للعالمین'' میں عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھا ہے،اس میں زبان و بیان کی پاکیزگی اور سادگی ہے،ان کی زبان اور انداز سے ان کے علمی رتبہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔مواد کی فراہمی میں معتبر حوالہ جات نے اس میلاد نامہ کو وقیع اور مدلل بنا دیا ہے،مؤلف نے حقیقی واقعات کی روشنی میں تبلیغ و ترویج سیرت نبوی ﷺ کی عمدہ مثال قائم کی ہے۔یہ رسالہ اپنے دور کے میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔مؤلف نے اس کا اختتام حضرت کرسی نشین ولایت فرد الاولیاء مخدوم شاہ ابوالحسن فرد قادری قدس سرہ کے قصیدۂ مدحیہ اور التجاء پر کیا ہے۔قصیدۂ مدحیہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں :

قصیدۂ مدحیہ :

مدح رسول عربی می کنم ❖ ذکر دواے قلبی می کنم
آن گل رعنا کہ زگیسوے آن ❖ مشک فشانست ہواے جہان
سرو غلامِ قد رعنائے اوست ❖ گلبن اعجاز سرا پائے اوست
حسن سر انداختہ بر پائے او ❖ عشق غلامِ رخ زیبائے او
شور ملاحت چو بہ عالم فگند ❖ رشک نمک می برد امروز قند
نیر تابان عرب ماہِ من ❖ مہر درخشان عجم شاہِ من

شیخ من وسید عالی نسب ❖ پیر طریق من و اُمی لقب
قبلۂ دین من و ایمان من ❖ عارض او مصحف و قرآنِ من
عشق فدائے قد زیبائے او ❖ حسن دل آشفتۂ بالائے او
از رخ زیبا ہمہ عالم فروز ❖ صبح کن شامِ من تیرہ روز
یوسف مصری برش افسانۂ ❖ از مئی حسنش زدہ پیمانۂ
چاک کنم چند گریبان صبر ❖ چند زنم شعلہ بد امان صبر
جلوۂ صبح طربم آرزوست
طلعت مہر عربم آرزوست

رجوع از غَیبت بہ خطاب بہ عرض حال بہ آن عالی جناب :

اے بتو عرض محنتم آرزوست ❖ مرہم ریش کہنم آرزوست
چند از ان بردیمانی نقاب ❖ چند پس پردہ نہان آفتاب
لعل لب خویش بہ گفتار کن ❖ بہر من خستہ شکر بار کن
خیز دل فردؔ زغم پاک کن ❖ باز دل خستہ طرب ناک کن
نور بدہ در دل تاریک فردؔ ❖ شمع بنہ در رہ باریک فردؔ
آتش عشقے کہ بہ سوزد دلم ❖ لمعۂ نورے کہ فروزد دلم
جز بردرت آہ کجا سر زنم
نعرۂ وا فردؔ کجا بر زنم

—(ص: ۷۲-۷۶)

—(جاری)

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

درود و سلام کے فضائل

● مولانا شاہ محمد عثمان غنی فردوسیؒ ـــــ پھلواری شریف، پٹنہ

اللہ عزوجل نے اپنے رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی ہدایت فرمائی ہے اور ہدایت فرمانے کے پہلے مسلمانوں کو اس کی اہمیت بھی بتادی ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضرت رسول اللہ ﷺ پر رحمت وسلام بھیجتے ہیں۔

مسلمانوں کو اسی سے اس کی اہمیت وفضیلت کا احساس کرنا چاہیے اور آپ ﷺ کے حقوق کی اہمیت کو درود و سلام کے ذریعہ یاد رکھنا چاہیے اور فرائض وسنن کو صحیح طور پر انجام دینا چاہیے، اپنے اخلاق کو بلند بنانے، برائیوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے، اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی بقاوترقی کی سعی کرتے رہنا چاہیے اور اپنے فرائض کے احساس سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم اس طرح دیا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب)

ترجمہ : اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو! رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے خود بھی درود پڑھنے کے فضائل وفوائد ارشاد فرمائے ہیں :

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی صلوۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا"

—(مسلم، ابوداؤد، الترغیب والترھیب)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک بار دورد بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ :

"من صلی علی صلوۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات وحط عنہ بھا عشر سئیات ورفعہ بھا عشر درجات" — (النسائی وغیرہ، الترغیب و الترھیب)

ترجمہ : جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس سے دس گناہ دور ہوتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند ہوتے ہیں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کا ذکر مبارک جب آئے تو مسلمانوں کو آپ ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے، علما نے کہا ہے کہ جس مجلس میں آپ ﷺ کا ذکر آئے تو پہلی بار آپ ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے اور اسی مجلس میں جب مکرر ذکر آئے تو مستحب ہے، جو شخص حضور ﷺ کا اسم سن کر ایک بار بھی درود نہ بھیجے، اس کے لیے ذلت و رسوائی کی وعید ہے اور اس کا شمار بخیلوں میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ایسے فرشتے بھی ہیں جو گھومتے پھرتے ہیں اور ہر مسلمان کا درود و سلام حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچاتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں سلام پہنچتا ہے تو آپ ﷺ جواب بھی عطا فرماتے ہیں اور یہ عظیم ترین سعادت ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

"النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام" — (النسائی، الترغیب والترھیب)

ترجمہ : حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے فرشتے گھومنے پھرنے والے ہیں، وہ میری امت کا سلام مجھ پر پہنچاتے ہیں۔

دوسری حدیث میں جواب اور حضور ﷺ کی دعا کے متعلق یہ ارشاد ہے :

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی بلغتنی صلوتہ وصلیت علیہ و کتب لہ سواذالک عشر حسنات" — (الطبرانی، الترغیب و الترھیب)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے، اس کا درود مجھ پر پہنچتا ہے اور میں اس کے جواب میں اس کے لیے دعا کرتا ہوں اور اس کے لیے مزید دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ سے قریب تر قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جو آپ ﷺ پر زیادہ درود بھیجتا ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوۃ" —(رواہ الترمذی)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا، جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہے۔

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کثرت درود کی کم سے کم تعداد تین ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جوشخص ہر روز کم سے کم ایک ہزار بار درود بھیجے گا، وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنے رہنے کی جگہ دیکھ لے گا۔ (غالباً خواب میں)

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على فى يوم الف مرة لم يمت حتى يرى مقعده من الجنة" — (رواه ابو حفص ابن شاهين، الترغيب و الترهيب)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص ہر روز ایک ہزار بار درود بھیجے گا، وہ اس وقت تک نہیں مرے گا، جب تک جنت میں اپنی رہائش گاہ دیکھ نہ لے۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تک کوئی شخص درود پڑھ کر دعا نہیں کرے گا، اس وقت تک اس کی دعا مقام قبول تک نہیں پہنچے گی، اس لیے ہر دعا کے اول وآخر درود ضرور پڑھنا چاہیے۔

تمام اوراد وظائف میں درود سب سے افضل ہے اور اس کے فوائد ومنافع بے حد وحساب ہیں۔

(۱) درود پڑھنا ہر وقت اللہ ورسول کا ذکر کرنا ہے۔

(۲) درود سے اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

(۳) حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نام کی پیشی ہوتی ہے اور حضور ﷺ دعا فرماتے ہیں۔

(۴) درود کی کثرت سے حضرت رسول اللہ ﷺ کی قربت وشفاعت حاصل ہوگی۔

(۵) درود پڑھنے سے فرشتوں کی اقتدا حاصل ہوتی ہے۔

(۶) درود پڑھنے سے کفار ومنافقین کی مخالفت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(۷) درود پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۸) درود پڑھنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

(۹) درود پڑھنے سے ظاہر وباطن منور ہوتا ہے۔

(۱۰) درود پڑھنے سے عذاب سے نجات ہوگی۔

(۱۱) درود پڑھنے سے جنت میں داخلہ ہوگا۔

(۱۲) درود پڑھنے سے اللہ کی طرف سے رحمت وسلامتی حاصل ہوتی ہے۔

(۱۳) سب سے بڑی بات یہ ہے کہ درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کے بجالانے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۴) درود پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ سے اس درود پڑھنے میں موافقت وقربت کا موقع ملتا ہے۔

(۱۵) درود پڑھنے سے فرشتوں سے بھی موافقت حاصل ہوتی ہے، وہ بھی درود پڑھتے ہیں۔

(۱۶) ایک بار درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس رحمتوں کے حصول کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

(۱۷) درود پڑھنے والے کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

(۱۸) درود پڑھنے والے کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(۱۹) درود پڑھنے والے سے دس برائیاں دور کی جاتی ہیں۔

(۲۰) درود پڑھنا بہت سی پریشانیوں کے دور ہونے کا سبب ہوتا ہے۔

(۲۱) درود پڑھنا صدقہ وخیرات کا قائم مقام بھی ہوتا ہے۔

(۲۲) دورد پڑھنے سے قیامت کے دن کی پریشانیوں سے نجات ملتی ہے۔

(۲۳) درود پڑھنے والا پل صراط سے آسانی سے گزرنے میں کامیاب ہوگا۔

(۲۴) درود پڑھنے سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

(۲۵) درود پڑھنے سے اللہ سے دعاو سوال کا ثواب، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا اور ساتھ ہی اپنے لیے بھی دعا کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

یہ چند فضائل وفوائد لکھے جارہے ہیں، ورنہ درود وسلام کے فضائل وفوائد بے حساب ہیں۔ جمعہ کے دن ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، اس لیے ایک بار دورد پڑھنے کا ثواب ایک سو ملے گا۔ رمضان المبارک میں ہر نیکی کا ثواب ستر گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے، اس لیے ایک بار دورد پڑھنے کا ثواب سات سو ملے گا۔

آیت: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کے تفسیری فوائد میں مولانا الاستاذ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

”اللہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے، یعنی رحمت وشفقت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا اور اعزاز واکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں، مگر ہر ایک کی صلوٰۃ ورحمت وتکریم اپنی شان اور مرتبہ کے موافق ہوگی، آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ ورحمت بھیجو، اس کی حیثیت ان دونوں سے علاحدہ ہونی چاہیے، علما نے کہا ہے کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ”سلام“ کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے۔ ”اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ“ صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد کیجئے، جو نماز میں پڑھا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درود شریف تلقین کیا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ“۔

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے

کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالاباد تک نبی ﷺ پر نازل فرماتا رہے، کیوں کہ اس کی رحمتوں کی کوئی حدونہایت نہیں، یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے، وہ عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں، گویا ہم نے بھیجی ہیں، حالاں کہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہی اکیلا ہے، کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں ان کے مرتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

”اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔ مانگنے والے پر، اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کرے“۔

نماز فرض ہے، اس لیے ہر مسلمان کو نماز پوری پابندی سے وقت پر پڑھنی چاہیے، اور نماز کے بعد درود ضرور پڑھنا چاہیے، اس طرح وہ اللہ کی رحمت کا زیادہ سے زیادہ استحقاق حاصل کرے گا، اور اس کو اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ ﷺ سے تعلق پیدا ہوگا، جو دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے، جس کو نماز کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کے ذریعہ قائم و برقرار رکھنا چاہیے۔ صلوٰۃ و سلام پورے اخلاص کے ساتھ بھیجنا چاہیے اور ادب و احترام کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ عمل کا فائدہ اخلاص اور حسن ادب ہی سے ہوتا ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ.وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ.وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ”المجیب“ میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ و تراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں ــــ (ادارہ)

بعثت انبیاء اور شان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● مولانا محمد جمال الحق امانیؒ ـــ سابق شیخ الحدیث دار العلوم مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

دستور الٰہی اس طرح جاری وساری ہے کہ انسانی جماعتوں میں سے ہر جماعت کی طرف خود اسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جائے، جو انسانوں کو سعادت دارین کی راہ دکھلائے، جو ان کو عبادت سے لے کر معاملات تک دین و دنیا کی تعلیم سے آگاہ فرمائے، رسولوں کے اس پیاپے بھیجے جانے سے مشیت ایزدی یہی تھی کہ انسانیت کی روح میں برتری و بہتری جلوہ گر ہو، وہ جھوٹی خواہشات اور غلط تمناؤں سے مکمل طور پر آزاد ہو، بداعتقادی اور دل کی بیماریوں کا بدرجہ اتم استیصال ہو، انسان انسان کے درمیان محبت کی کرشمہ سازیاں نمودار ہوں، اخوت و بھائی چارگی کا نہ ٹوٹنے والا نظام تخلیق پائے، ان میں ایک دوسرے سے دوری اور بغض وعناد ختم ہو، تاکہ انسانیت گروہ بندی کی ٹھوکریں کھاتی نہ پھرے اور خدا کی زمین پر بسنے والی جماعتیں، قومیں اور فرقے باہم دست وگریباں نہ رہیں، وہ اسباب موت کے گھاٹ اتر جائیں، جو انسان کو حسد کی گندگی، افتراق کی گھٹاٹوپ اندھیری اور کراہیت کی آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، جس چیز نے معاشرت انسانی سے دل کا چین اور قلب کا سکون چھین لیا ہے، اس کی بیخ کنی ہو اور اس کی جگہ ایسا نظام ظہور پذیر ہو، جس کی رگ وپے میں سکون دل اور قرار جان مسکرا رہا ہو، اس رفیع الشان مقصد اور پے درپے رسولوں کے بھیجے جانے کا ماحصل یہ تھا کہ جمیع انسان پر خدا کی حجت تمام ہو جائے اور انہیں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رب تبارک وتقدس کی بارگاہ سے دو آنکھیں بے شک ملی تھیں، مگر نور کی ضوبخشیاں ہمیں حاصل نہ ہوسکیں، رسولوں کا اس طرح پے درپے یکے بعد دیگر آنا رب تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نور کی ضوبخشی کا سروسامان تھا، اب اگر یہ آواز اٹھے کہ :

مَا جَآءَنَا مِنۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ ـــ (مائدہ)

ترجمہ : ہمارے پاس ثواب وجنت کی خوش خبری دینے والا اور عذاب وجہنم سے ڈرانے والا نہیں آیا۔

تو اس کی یہ آواز دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ سمجھا جائے گا، اس لیے کہ اللہ رب العزت نے رسولوں کی مقدس جماعت کو

بھیج کر صاف اور صریح لفظوں میں یہ اعلان فرما دیا ہے :

فَقَدْ جَآءَ كُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۔۔۔(مائدہ)

ترجمہ : پس یقیناً تمہارے پاس ثواب کی خوش خبری دینے والے اور عذاب سے ڈرسنانے والے آگئے۔

دنیا کی سب سے سچی کتاب قرآن، کریم کے بیان کے مطابق دنیا کی کوئی قوم، کوئی گروہ یا کوئی امت ایسی نہیں، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی فرستادہ نہ آیا ہو، باری تعالیٰ وتقدس کا فرمان ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝۲۴ ۔۔۔(سورہ فاطر)

ترجمہ : کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ڈرسنانے والا پیغمبر نہ گذرا ہو۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۔۔۔(سورہ یونس)

ترجمہ : ہر امت کے لیے حکم پہنچانے والا رسول ضرور رہا ہے۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔۔۔(سورہ رعد)

ترجمہ : ہر گروہ کے لیے ایک ہادی ضرور ہوتا رہا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے قرآن کریم میں تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فرداً فرداً ذکر کرنے کے بجائے معدودے چند کے ذکر پر بات کو مختص رکھا، یہ کچھ حضرات کا ذکر کرنا اور کچھ کا نہ کرنا، اس کی حکمت، راز اور بھید کو وہ علیم وخبیر ہی جان سکتا ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۔۔۔(سورہ نساء)

ترجمہ : اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا، جن کا حال اس سے پہلے ہم آپ کو بتا چکے ہیں، اور ایسے پیغمبروں کو بھی جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا ہے۔

اجمالی طور پر ہمیں اس بات پر کامل ایقان و ایمان ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ اور کوئی جماعت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فیض رسانی سے خالی نہ رہی، نیز یہ کہ تمام کاروانِ نبوت پر ایمان اور وثوق ایمان کا ایسا بنیادی حصہ ہے کہ اگر یہ نہ رہے، تو ایمان کے چمکتے ہوئے چراغ ٹمٹمانے لگے اور دعوتِ الٰہیہ کے فلک بوس محل میں رخنے پڑ جائیں، ہمارے لیے ارشاد ربانی ہے :

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۶ (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ : مسلمانو! کہہ دو کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر جو ہماری طرف بھیجا گیا اور

ان احکام پر بھی جو (حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل و (حضرت) اسحاق و (حضرت) یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد (میں سے جو نبی ہیں) کی طرف بھیجا گیا اور ان پر بھی جو (حضرت) موسیٰ و (حضرت) عیسیٰ علیہما السلام کو دیا گیا اور ان پر بھی جو دوسرے نبیوں کو دیا گیا تھا، ان کے پروردگار کی جانب سے اس طرح پر کہ ہم ان حضرات کے درمیان تفریق (یعنی بعض کا اقرار اور بعض کا انکار) نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کے فرماں بردار ہیں۔

اسلام جو قبیلوں اور جماعتوں کے درمیان ایک بنیادی بھائی چارگی اور سروسامان تعارف بن کر آیا ہے اور جس نے تمام انسانوں کو ایک عالم گیر وحدت اور جہاں گیر وفاق کی طرف دعوت دی ہے، اس کے کمالِ ایمان کے لیے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق اور ان کی یک جہتی کا اعتراف ضروری ولازمی قرار دیا گیا، قرآن حکیم نے بے شک چند ہی نام خاص طور پر لیے ہیں، لیکن ہمارا اذعان و ایمان پورے کاروانِ رشد و ہدایت پر ہے اور ہم اس کے درمیان کسی طرح کی کوئی تفریق روا نہیں رکھتے، اس حکم میں صرف عام اہل ایمان اور افراد امت ہی شامل نہیں، بلکہ اس وصف میں انبیائے عظام کی مقدس جماعت بھی شامل ہے، یعنی وہ بھی ایک دوسرے کی تصدیق وتائید کرتے ہیں، جس کی بے شمار نظیریں قرآن پاک میں موجود ہیں، نمونہ کے طور پر ایک آیت پیش کرتا ہوں:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ۔۔۔ (البقرۃ:۲۸۵)

ترجمہ : دل سے مان لیا رسول نے ان چیزوں کو جو ان کے پاس رب تعالیٰ کی جانب سے بھیجی گئیں اور مومنین بھی، سب (نبی و امتی) نے تصدیق کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے فرشتوں کی اور اس کی ساری کتابوں کی اور تمام پیغمبروں کی (اور کہتے ہیں کہ) ہم پیغمبروں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔

نبی اور نبی، پیغام اور پیغام کے درمیان تفریق کو براہ راست کفر باللہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے ماننے والے کو بدعقیدہ، بدمذہب، بددین اور حقیقی کافر کہا گیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ (سورۃ النساء)

ترجمہ : جو لوگ کفر کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم لوگ پیغمبروں میں سے بعض پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور ایسا چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راستہ تجویز کرلیں (کہ نہ سب پر ایمان ہو اور نہ سب کا انکار ہو) ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

رسولوں،نبیوں اور پیغمبروں میں تعلیم وتبلیغ کے اعتبار سے مساوات وبرابری کا یقین کرنے کے ساتھ ساتھ شخصی فضیلت وبرتری کا ماننا بھی ازبس ضروری ہے،ورنہ کلام الٰہی کا انکار لازم آئے گا،جو باعث ہلاکت وگمراہی ہے،رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد واجب الاعتماد ہے :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

ــــ(سورۃ البقرۃ:۲۵۳)

ترجمہ : ان رسولوں کی جماعت میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے،ان میں سے بعض کو ہم کلامی سے شرف بخشا اور بعضوں کے درجوں کو بڑھایا۔

اسی آیت مبارکہ کے تحت تفسیر خازن جلد:۱،ص:۱۸۱ میں ہے:

"اجمعت الامة علی ان الانبیاء بعضهم افضل من بعض و ان نبینا و سیدنا محمدا صلی الله علیه وسلم افضلهم لعموم رسالته وهو قوله تعالی :وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا"ــ (خازن)

ترجمہ : تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبیوں میں سے بعض بعض سے افضل ہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ہمارے آقا ومولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عموم رسالت کی وجہ سے تمام نبیوں سے اعلیٰ وافضل ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان اقدس میں فرمایا ہے"نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر۔

اور انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک کسی نہ کسی قوم یا قریہ وبستی کی جانب بھیجے گئے تھے،ان کی دعوت وتبلیغ زمان ومکان کے خاص خاص تقاضوں،موقعوں اور محلوں کے مطابق تھی،کبھی ایسا بھی ہوا کہ جب ایک نبی کا زمانہ ختم ہوگیا،تب دوسرے نبی کو قدرت الٰہیہ نے بھیج دیا اور کبھی یہ بھی ہوا کہ ایک ہی وقت میں چند انبیائے کرام متعدد جگہوں کے لیے بھیجے گئے، جن کے پیغام میں بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں تھا،حضرت شعیب،حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام ایک ہی زمانہ میں دعوت حق بلند کر رہے تھے،حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابرہیم علیہ السلام ایک ہی عصر میں مبعوث ہوئے تھے، چنانچہ اس کی مختصر سی تفصیل قرآن مجید ہی کی روشنی میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں،ملاحظہ ہو:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ ــــ (نوح:۱)

ترجمہ : ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ تم اپنی قوم کو عذاب کفر وشرک سے ڈراؤ۔

حضرت سیدنا ہود علیہ السلام کے دنیا میں بھیجے جانے اور ان کی تبلیغی کارنامے کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح فرما رہا ہے:

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمۡ ھُوۡدًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ ـــ(ھود:۵۰)

ترجمہ : اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی (حضرت) ہود (علیہ السلام) کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! تم اپنے خالق کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کو خاص مدین والوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے دنیا میں بھیجا گیا، ارشاد باری ہے :

وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاھُمۡ شُعَیۡبًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ ـــ(ھود:۸۴)

ترجمہ : اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی (حضرت) شعیب (علیہ السلام) کو نبی بنا کر بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اپنے پالنہار کی پرستش کرو، اس کے سوا کوئی پرستش کا حق دار نہیں ہے۔

حضرت سیدنا موسیٰ وحضرت سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کو خاص بنی اسرائیل کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بھیجا گیا تھا، چنانچہ اول الذکر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی شان پاک میں ارشاد ربانی ہے :

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنۡ اَخۡرِجۡ قَوۡمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۙ ـــ (ابراھیم:۵)

ترجمہ : اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ حکم دے کر مبعوث کیا کہ بنی اسرائیل کو کفر کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لاؤ۔

اور مؤخر الذکر حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی بابت انہیں کی زبانی یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے:

وَرَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ ـــ (آل عمران:۴۹)

ترجمہ : پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، تمام بنی اسرائیل کی طرف البتہ میں تم لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی دلیل لایا ہوں۔

مذکورہ بالا تفاصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے کسی کو بھی ساری دنیا کے لیے رسول و نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا، لیکن سید الانبیاء امام المرسلین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان لولاک میں ارشاد خداوندی ہے:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸﴾ ـــ (سورۃ السبا)

ترجمہ : اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تمام لوگوں کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، ایمان والوں کو رضا وثواب کی خوش خبری سنانے والے اور ایمان نہ لانے والے کو ہمارے غضب و عذاب سے ڈرانے والے ہیں، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا :

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ۙ﴿۱﴾ ـــ (الفرقان)

ترجمہ : بڑی عالی شان والی ہے، وہ ذات جس نے اپنے بندۂ خاص (محمد ﷺ) پر فیصلہ کی کتاب نازل فرمائی، تاکہ وہ خاص بندہ تمام جہاں کے لیے ڈرانے والا ہو۔

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾ (القلم)

ترجمہ : نہیں ہیں وہ مگر نصیحت تمام دنیاوالوں کے لیے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ (التکویر)

ترجمہ : بے شک وہ سارے عالم کے لیے نصیحت ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے آقا تاجدار معظم فخر بنی آدم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو پوری انسانیت کی جانب مبعوث فرمایا، آپ ﷺ کی رسالت کسی قوم یا فرد کے لیے مخصوص نہ تھی، بلکہ سب کے لیے تھی، آپ کی تبلیغ اور دعوت حق کا پیغام کسی جغرافیائی حد بندی میں محدود نہ تھا، بلکہ تمام خاکدان عالم کے لیے تھا، آپ ﷺ ہی کی مقدس ذات پر پیاپے رسولوں کے بھیجے جانے کا سلسلہ ختم ہوگیا، اور خاتم النبیین آپ ﷺ کی امتیازی شان قرار دی گئی، نبی مکرم نور مجسم ﷺ کی بعثت ملک عرب میں ایسے زمانہ میں ہوئی جب کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کی تشریف آوری کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا، ان کی دعوت وتبلیغ، تحریف اور ہیر پھیر کی زد میں آچکی تھی، علم مفقود اور جہالت کا دور شروع ہو چکا تھا، آپ ﷺ کی جلوہ افروزی سے اقامت واشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ دین الٰہی اور نعمت خداوندی کا ظہور مکمل طور پر ہوگیا، رسول اکرم فخر دوعالم ﷺ کے توسط سے مولیٰ تبارک وتقدس نے عرب والے کو دوبارہ ایسی تابناک زندگی بخشی کہ وہ خود بیدار ہوئے اور پوری نسل آدم کی انقلاب آفریں بیداری کا باعث ہوئے اور وحدت کی ایسی زندہ مثال بن گئے، جس میں اخوت، محبت، رفاقت اور ایثار کے جلوے نظر آنے لگے اور پوری دنیا کو جسے ظلم وطغیانی اور بے انصافی نے تباہ کرڈالا تھا، امن وسلامتی، محبت والفت سے لبریز کردیا۔

دعوت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ) میں وہ لچک اور جامعیت موجود ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ جتنی دعوتیں، پیغامات اور ہدایات دنیا کے جس جس گوشے سے بلند ہوئیں، وہ میری ہی آواز تھی، گویا وہ اجمال کی صورت تھی، تو اب اس کی تفصیل ہے۔ آپ کی دعوت کا ایک ایک حرف پکار پکار کہہ رہا ہے کہ انبیا کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد مجھ پر پورا ہوگیا، آپ ﷺ کی دعوت میں ایک طرف انبیائے سابقین علیہم السلام کے اصل مقام کو واضح کیا گیا ہے، تو دوسری طرف پیدا شدہ ہیر پھیر اور تحریفوں کے جادو کا انقطاع بھی ہے، ہر زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق گوناگوں مسائل کا مکمل حل آپ ﷺ کی دعوت میں موجود ہے، غرض یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی دعوت میں ہمہ گیری، آفاقیت اور خاتمیت کی شان نظر آرہی ہے، اب کسی دعوت جدیدہ کا ظہور ہو ہی نہیں سکتا، اسی وجہ سے آپ ﷺ کا طغرائے امتیاز نبی آخر الزماں اور خاتم المرسلین ہوا، آپ کے اعجاز نے بینائی سے محروم آنکھوں کو بینائی بخشی، بصیرت سے خالی دلوں کو بصیرت عطا کی، سماعت سے بے بہرہ

کانوں کو سننا سکھایا، سراپا اعجازِ قرآن کا آپ کے خاتم النبیین ہونے پر گواہی دینا، نیز آپ کی سیرت کردار، اور اخلاق ہر جگہ اور ہر وقت آپ کے سید الانبیاء، امام الرسل اور خاتم المرسلین ہونے پر شاہد عادل ہیں، زمانہ آپ کی عطا کردہ روشنی میں آگے بڑھتا اور سر دھنتا رہے گا۔

وہ دانائے سبل، مولائے کل، ختم رسل جس نے ❖ غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا

باری تعالیٰ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔۔۔(سورۃ الاحزاب:۴۰)

ترجمہ : محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم پر ہیں۔

یہ آیت پاک کتنا صاف صاف اعلان کرتی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی و رسول آنے والا نہیں ہے، اس باب میں احادیث بھی اس طرح حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ اس میں شک وشبہ کرنے والا فاسق یا کافر ہو سکتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب کر کے فرمایا :

انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی ۔(بخاری و مسلم)

ترجمہ : علی! تم میں اور مجھ میں وہ نسبت ہے، جو حضرت موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) میں تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

ایک دوسری حدیث جو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے تمام انبیا میں سے اپنا افضل واعلیٰ ہونا بیان فرمایا ہے، اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر میں نہ ہوتا تو انبیائے کرام کی نبوت نامکمل رہتی۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی دارا فاحسنها واکملها و ترك فیها موضع لبنة لم یضعها وجعل الناس یطوفون بالبنیان ویعجبون منه و یقولون لو تم موضع هذه اللبنة فانا فی النبیین موضع تلك اللبنة ۔(بخاری و مسلم)

ترجمہ : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا میں میری مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی نے نہایت خوبصورت عالی شان مکان بنایا، مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ دور دور سے آ کر مکان کو دیکھتے اور تعجب کرتے ہوئے کہتے، کاش یہ جگہ بھی بھر دی جاتی، تو مکان کی شان وشوکت اور بڑھ جاتی، پس میں نبیوں کے زمرہ میں اسی آخری اور مکمل اینٹ کی جگہ پر ہوں۔

علاوہ ازیں بہت سی حدیثیں متعدد راویوں کی ہیں، جن سے وہی ثابت ہوتا ہے، جو مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا، چوں کہ نبی محترم فخر دو عالم ﷺ کا وجود مسعود خاتم المرسلین اور سید الانبیاء تھا، اس لیے آپ ﷺ کو تمام کائنات کی طرف منارۂ نور اور چراغ ہدایت بنا کر بھیجا گیا، آفتاب فلک کی طرح آپ کی نبوت و رسالت کی شعاعیں اور فیض بخشیاں ملک وقوم،

رنگ و روپ اور حسب ونسب کی حد بندیوں سے بلند ہیں، آفتاب کے نور سے جس طرح عربی ہوں، یا عجمی، زنگی ہوں یا فرنگی، حیوانات ہوں یا نباتات و جمادات سبھی یکساں طور پر بہرہ یاب ہوتے ہیں، اس میں کسی کو اختلاف نہیں، اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ مدنی آقا ﷺ کی ذات اقدس ہے کہ اس بارگاہ عالی جاہ میں کالا حبشی اور احرار قریشی بیک صف نشستہ ہیں۔

مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من وتو ❖ پلا کے مجھ کو مئے لا الہ الا ھو

قرآن کریم میں خود رسول اللہ ﷺ کی زبان گوہر افشاں سے کہلوایا گیا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

—(الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ : آپ فرمادیجئے کہ اے دنیائے جہاں کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں، جس کی بادشاہت تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔

قرآن کریم جس طرح صاف صاف یہ اعلان کرتا ہے کہ گذشتہ دعوتوں میں سے کوئی دعوت بھی ہدایت اور آفاقیت، جامعیت وہمہ گیری سے ہم کنار نہ تھی، اسی طرح یہ بھی واضح کرتا ہے کہ نبوت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) عام ہے اور وہ زمان و مکان کی دست برد سے بالاتر، نہ تو آپ ﷺ کی بعثت کسی خاص جماعت کے لیے ہوئی تھی کہ دوسری جماعتیں اعراض کریں، نہ کسی مخصوص زمانہ میں ہوئی کہ دوسرے زمانہ میں اس سے استفادہ محال ہو، بلکہ پچھلوں کی طرح پہلے والوں کو بھی نبی عربی ﷺ کی رسالت کا ماننا اور اس کا اقرار کرنا لازمی ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بارے میں انبیائے سابقین علیہم السلام سے عہد ومعاہدہ بھی لیا ہے، خالق وما لک جل وعلی کا ارشاد ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

—(آل عمران)

ترجمہ : اور وہ وقت لائق ذکر ہے، جب کہ عہد لیا اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب وحکمت میں سے دوں، پھر تمہارے پاس کوئی اور پیغمبر آوے، جو مطابق ہوں ان علامتوں کے، جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور اس رسول پر دل سے ایمان لانا اور اس کی طرفداری کرنا (یہ عہد ذکر کرکے) فرمایا: آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرے عہد وحکم کو قبول کیا بھی، وہ سب بولے، ہاں ہم نے اقرار کیا، ارشاد باری ہوا، تو گواہ رہنا، اور میں بھی اس پر تمہارے ساتھ گواہ ہوں، جو شخص اس کے بعد منہ پھیرے، تو ایسے ہی لوگ فاسق اور فاجر ہیں۔

اللہ رب العزت نے جب تمام انبیا علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت کی تصدیق وتائید

کریں، ان پر ایمان لائیں، تو اب یہ عہد خود بخود ان کے ماننے والوں پر بھی عائد ہوجاتا ہے، ان کا فرض ہے کہ وہ رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) پر ایمان لائیں، ان کی نبوت کو مانیں اور انہیں کے پرچم زریں کے تلے آجائیں، اگر ایسا نہ کریں، تو ان کی نافرمانی وکفر میں کیا شبہ رہ جاتا ہے، اس لیے کہ نبوت محمدیہ کی تکذیب براہ راست تمام انبیا کی تکذیب ہے، اسی طرح دعوت محمدیہ کو جھٹلانے سے تمام گذشتہ دعوتوں کا جھٹلانا لازم آتا ہے۔

رسالت عامہ کے عظیم بار کو اٹھانے کے لیے مولیٰ تعالیٰ وتقدس نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فضائل حسنہ، مکارم اخلاق کی گود میں پالا، آپ ﷺ کی تعلیم وتادیب بہترین طریقہ پر ہوئی، چنانچہ حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علمنی ربی فاحسن تعلیمی وادبنی ربی فاحسن تادیبی۔

ترجمہ: میرے رب نے مجھے اچھی طرح تعلیم دی اور میرے پالنہار نے مجھے عمدہ طریقہ سے ادب سکھایا۔

آپ ﷺ کی فطرت سلیمہ میں محاسن اخلاق، اعمال صالحہ مرکوز کیے گئے، شیطان لعین سے آپ ﷺ کی مکمل حفاظت کی گئی اور آپ ﷺ کا سراپا عطف، حلم اور رحمت بنا دیا گیا، آپ ﷺ کی شبیہ بالکل ایسی تھی جیسی قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبہ)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں، جو تمہارے ہی جنس سے ہیں، جن کو تمہاری مصیبت گراں گذرتی ہیں، جو تمہاری بھلائی کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، بالخصوص ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔

جو رسول ہماری مصیبتوں سے تڑپ جائیں، صدمے اٹھائیں اور ہمارے گناہوں کی بخشائش کے لیے راتوں رات کھڑے کھڑے نمازیں میں کاٹ دیں، حتیٰ کہ قدم مبارک میں ورم ہوجائے اور رب ھب لی امتی (اے پروردگار! میری امت کو بخش دے) کی رٹ لگائیں، آج ہم اس رسول کی مقدس تعلیم وتربیت سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں، کیا ہماری بدعملی، بدتہذیبی، بدکرداری اور اسلام سے، اسلامی تعلیمات سے کنارہ کشی پر سرکار دوعالم نور مجسم روحی فداہ ﷺ کو صدمہ نہ ہوگا، خدارا ہم اپنے بُرے اعمال، برے کرتوت اور خراب کریکٹر سے توبہ کرکے بہت جلد اپنی عاقبت سنوارنے کی کوشش کریں اور دین و دنیا کے ہر معاملہ میں دامن مصطفوی سے اپنے کو وابستہ رکھیں، اسی میں سعادت دارین ہے اور یہی آخرت میں نجات کا ذریعہ۔

زمیں کیا آسماں بھی صد رَچومے گا قدم آکر ❖ خدا کے سامنے سر کو جھکانے کی ضرورت ہے

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا
محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ واولیاء ملتہ و علماء سنتہ اجمعین۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

حیوانوں پر شفقت

● مولانا قدیر اختر ندوی ؒ ــــ کراچی (پاکستان)

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وشفقت کا تقاضا یہ تھا کہ کوئی ذی روح مخلوق اس سے محروم نہ رہ جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی مخلوق، خواہ انسان ہو، یا حیوان، مظلوم ہو اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سایہ رحمت میں جگہ نہ دی ہو، حیوان بے زبان ہوتے ہیں، سنگ دل لوگ اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان پر جبر وستم کے پہاڑ توڑتے رہتے ہیں۔ ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ بھی جسم وجاں رکھتے ہیں اور ہم سے شفقت ومحبت کا تقاضا کرتے ہیں۔ انہیں بھی بھوک پیاس لگتی ہے، انہیں بھی سردی وگرمی کا احساس ہوتا ہے، آرام وراحت کی ضرورت ان کو بھی ہوتی ہے، وہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے حال پر رحم کیا جائے، اور ان کے ساتھ شفقت کا سلوک کیا جائے، یہ توقع تو اس ذات اقدس سے پوری ہو سکتی تھی، جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنایا تھا، ان کے بھی دکھ درد کا مداوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پاس تھا۔

آج دنیا میں انسداد بے رحمیٔ حیوانات کی تحریک چلائی جا رہی ہے، جہاں خود انسان اپنے جیسے انسانوں کے ظلم وستم کی چکی میں پس رہا ہو، وہاں حیوانوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا سلوک کون کرتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں بوڑھوں، جوانوں، بچوں اور تمام انسانی طبقات کے ساتھ شفقت ومحبت کے بے مثال نمونے پیش کئے، اور ایمانی تربیت وتزکیۂ اخلاق سے سب کو ایک دوسرے کے حال پر مہربان بنا دیا، وہاں حیوانوں پر بھی ایسی شفقت صرف فرمائی کہ انسانوں کو ان کے حقوق کا احساس ہونے لگا، حیوانوں کے حقوق کے ضابطے بھی آپ نے مقرر کر دیئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیا کہ کوئی انہیں بھوکا نہ رکھے، کوئی ان کے اندازۂ تحمل سے زیادہ ان پر بوجھ نہ لادے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت مبارکہ سے حیوانوں پر شفقت ومحبت کا قابل تقلید نمونہ پیش کیا۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک اونٹ پر نظر پڑی، جو بھوک کی وجہ سے لاغر ہو گیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا :

ان بے زبانوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

کسی اور موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ بھوک سے بلبلا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غایت شفقت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر فرمایا :

اس جانور کے معاملے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔

ایک دفعہ دوران سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی جگہ قیام فرمایا، وہاں ایک پرندے نے انڈا دیا تھا، ایک صحابی نے وہ انڈا اٹھالیا، پرندہ بے قرار ہو کر ان کے سر پر منڈلانے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہمی کے ساتھ پوچھا :

کس نے اس پرندے کا انڈا اٹھا کر اسے تکلیف پہنچائی؟ ایک صحابی نے کہا: یارسول اللہ! یہ غلطی مجھ سے سرزد ہوئی، فرمایا: یہ انڈا وہیں رکھ دو۔

اس سے ملتا جلتا حدیثوں میں ایک اور واقعہ ملتا ہے :

ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں چادر سے چھپے ہوئے کسی پرندے کے بچے تھے اور وہ چیں چیں کر رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک جھاڑی کے قریب سے گزرا، تو ان بچوں کی آواز آرہی تھی، میں نے ان کو نکال لیا، بچوں کی ماں نے دیکھا تو سر پر منڈلانے لگی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فوراً جاؤ، اور ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے لائے ہو۔

ان واقعات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت عام کے جو نمونے سامنے آتے ہیں، وہ اس یقین کے لیے کافی ہیں کہ دنیا کی کسی مخلوق کے ساتھ ظلم وستم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوارا نہ تھا، حق تلفی خواہ کسی کی بھی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مذموم قرار دیا، جینے کا حق سب کو ہے اور اس حق سے بہ جبر کسی کو محروم نہیں کیا جاسکتا، خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، جس ذات اقدس سے پرندوں کی ماں سے جدائی دیکھی نہ گئی، یتیموں اور بے نواؤں پر اس کی شفقت کا کیا عالم ہوگا؟ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات اور اپنے عملی نمونوں سے دنیا کو یہ بتادیا کہ اللہ پر ایمان ویقین رکھنے والا انسان اللہ کی مخلوق کے حال پر ایسا شفیق ومہربان ہوتا ہے کہ کسی کو بے چین دیکھ کر خود وہ بھی بیتاب ہو جاتا ہے، اور اسے اس وقت تک طمانیت نصیب نہیں ہوتی، جب تک کسی مظلوم ومجبور کو آزادی نہیں مل جاتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی وہ ہدایات ہیں، جنہوں نے اہل ایمان کو ہر ماحول میں مخلوق الٰہی کا محافظ بنادیا، اور جب بھی کسی پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، تو اس نے اس شفقت ومحبت کو یاد کیا، جس کی تعلیم وتلقین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی اور اپنی سیرت طیبہ میں جس کے بہترین عملی نمونے پیش فرمائے۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● سید محمد نیر رضوی — سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت امام خازنؒ، حضرت امام بیضاویؒ، حضرت امام سیوطیؒ، حضرت امام قرطبیؒ اور دیگر مفسرین عظام اس آیت کریمہ: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ کی مستند اور قابل قدر تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے آگیا ایک نور یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب مبین یعنی روشن کتاب قرآن مجید۔'' اس آیت کریمہ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں اللہ رب العزت کی جانب سے صاحب قرآن، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت دی جارہی ہے اور دوسرے حصہ میں صاحب قرآن کی اُمت کو قرآن مجید کے نزول کی خبر دی جارہی ہے۔ یہی حق ہے۔ آئیے! سب سے پہلے صاحب قرآن، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی جانب آپ کو لئے چلتے ہیں۔

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام برخواں ❖ بگرد شاہ رسل بگردو بہ صد تضرع پیام برخواں

اہل حق فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ ۲۰ راپریل ۵۷۱ء کو آپؐ کے آبائی شہر مکہ معظمہ کے قریش خاندان میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ آپؐ بوقت ولادت حالت سجدہ میں تھے اور قدرتی طور پر آپؐ کی ناف کٹی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکم مادر ہی میں تھے کہ والد ماجد حضرت عبداللہ تجارتی مال لے کر ملک شام گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر کھجوریں خریدنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ وہیں بیمار ہو گئے پھر چند ہی دنوں میں محض پچیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اور آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب سخت پریشان اور غمگین ہوئے۔ نور محمدیؐ جب حضرت آمنہ کی پیشانی میں نمودار ہوا تو سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ اُنہیں خواب میں بتایا گیا کہ بچہ کا نام ''احمد'' رکھنا چنانچہ ماں نے آپؐ کا نام ''احمد'' رکھا اور دادا عبدالمطلب نے ''محمد'' رکھا۔ گویا آپؐ کا اسم مبارک صفت بھی ہے اور علم بھی ہے۔ معانی کے اعتبار سے کمالات نبوت پر دال بھی ہے اور مدلول بھی۔ ''محمدؐ'' کے معنی ہے ''وہ'' جس کی تعریف جملہ اہل ارض وسما نے سب سے بڑھ کر کی ہو اور ''احمد'' کے معنی ہیں وہ

جس نے رب السمٰوت والارض کی حمد وثنا جملہ اھل الارض و السمٰوت سے بڑھ کر کی ہو۔ یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ ''محمدؐ'' کالفظ تورات میں موجود ہے اور ''احمدؐ'' کالفظ انجیل میں موجود ہے۔

تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیں ❖ واللہ زجاں ہم پاک تر روحی فداک اے نازنیں

آپؐ کی رضاعی ماں بی بی حلیمہ سعدیہ تھیں مگر آپؐ نے ان سے قبل بی بی ثوبیہ کا بھی دودھ پیا تھا۔ بی بی حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ آپؐ کو اپنی آغوش میں لینے کے بعد ہماری کمزور اور لاغر اونٹنی کے تھن دودھ سے بھر گئے اور میرا اپنا دودھ بھی خوب خوب اُترنے لگا اور ہم خوشی اور خوشحالی بھی محسوس کرنے لگے۔ وہ فرماتی ہیں کہ آپؐ کی برکت اور سعادت کا شہرہ بنوسعد میں جب پھیلا تو ہر کوئی آپؐ کا گرویدہ ہونے لگا۔ حتیٰ کہ کہیں کوئی شخص یا جانور وغیرہ بیمار ہو جاتا تو لوگ اسے ہمارے گھر لاتے اور آپؐ کا دست مبارک اس مریض پر پھرا دیتے تو وہ اللہ کے فضل و کرم سے تندرست ہو جاتا۔ بی بی حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو دو سال تک دودھ پلایا پھر والدہ سیدہ آمنہ کی خدمت میں لے گئیں۔ مکہ معظمہ میں گرمی اور وبا کا خوف تھا۔ لہٰذا وہ دوبارہ آپؐ کو اپنے گھر لانے میں کامیاب ہوگئیں۔ آپؐ بی بی حلیمہ سعدیہ کی آغوش میں بہت اچھی طرح پرورش پا رہے تھے۔ تقریباً سوا دو سال سے چار سال کی عمر رہی ہوگی کہ ایک دفعہ آپؐ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ فرشتے آئے اور اُنہوں نے آپؐ کو لٹا کر سینہ مبارک چاک کر دیا پھر قلب مبارک سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ تجھ میں شیطان کا حصہ تھا۔ پھر سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھو کر برابر کر دیا۔ وہ ہم عمر لڑکے بھاگتے ہوئے بی بی حلیمہ سعدیہ کے پاس پہنچے اور بتایا کہ محمدؐ کو کسی نے مار ڈالا۔ وہ دوڑی دوڑی آئیں تو آپ کا چہرہ فق تھا۔ حضرت انسؓ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ آپؐ کے سینے میں اس زخم کے ٹانکے ہم کو نظر آتے تھے۔ یہی واقعہ سیرت کی کتب میں ''واقعہ شق صدر'' کہلاتا ہے۔ اللہ رب العزت کی جانب سے آپؐ کی مکمل حیات طیبہ میں چار مرتبہ سینہ مبارک شق کیا گیا۔ اب بی بی حلیمہ سعدیہ نے تقریباً چھ سال کی عمر میں آپؐ کی والدہ کو سپرد کر دیا۔ والدہ سیدہ آمنہ اپنے لاڈلے کو نہایت تندرست و توانا دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ سیدہ آمنہ نے آپؐ کی بہتر تربیت اور پرورش میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ آپؐ کے والد کی خادمہ حضرت اُم ایمن کو آپؐ کی نگہداشت اور ہمہ وقت خبر گیری کے لئے مقرر فرمایا۔ سیدہ آمنہ اپنے لخت جگر کو لے کر اپنے خاوند کی قبر پر حاضری دینے کی غرض سے مدینہ منورہ آئیں۔ حضرت اُم ایمن بھی ان کے ساتھ تھیں۔ یہاں آپؐ نے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ایک ماہ قیام کیا۔ واپسی پر ابوا کے مقام پر آپؐ کی والدہ ماجدہ کا بھی محض تیس سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ حضرت اُم ایمن آپؐ کو لے کر مکہ معظمہ پہنچیں اور انہوں نے حضور پرنور ﷺ کو ان کے دادا حضرت عبدالمطلب کو سونپ دیا۔ والدین کی وفات کے بعد دادا حضرت عبدالمطلب نے بڑی محبت سے پرورش کی۔ ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے۔ آپؐ کو اپنے دادا کے پاس رہتے ہوئے ابھی دو سال ہی گذرے تھے کہ محض آٹھ سال دو ماہ کی عمر میں دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔ پھر آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب نے ایک مشفق اور مہربان والد

جیسا سلوک کیا۔ آپؐ کی پرورش بڑی محبت اور نہایت شفقت کے ساتھ کی۔ اپنی اولاد سے زیادہ شفقت دی۔ اتنی محبت وشفقت کہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ ساتھ ہی کھلاتے اور پلاتے، ساتھ سلاتے۔ باہر جاتے تو ساتھ لے کر جاتے۔ چچا حضرت ابو طالب کی کفالت میں جب آپؐ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو آپؐ نے بھی دیگر پیغمبروں کی طرح تلاش معاش کے لئے بکریاں چرانے کا مقدس پیشہ اختیار کیا۔ حضرت عبید بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہو، صحابہ نے عرض کیا! ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے بھی؟ فرمایا، ہاں میں نے بھی۔'' دریں اثنا عرب میں انتہائی خوفناک قحط پڑا۔ اہل مکہ بتوں سے فریاد کرنے لگے مگر وہاں ایک نہایت ذی وقار اور حسین وجمیل ضعیف شخص نے اہل مکہ سے کہا کہ سنو! ہمارے درمیان ابوطالب موجود ہیں جو بانیٔ کعبہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں ہیں۔ وہ کعبہ کے متولی ہیں۔ ان کے پاس چل کر دعا کی درخواست کی جائے۔ چنانچہ سرداران عرب نے حضرت ابوطالب سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے حضور اقدس کو لے کر حرم کعبہ آگئے اور بارش کے لئے دعا کرنے لگے۔ اسی دوران آپؐ نے اپنی انگشت مبارک آسمان کی جانب اُٹھائی۔ جیسے ہی اُٹھائی ویسے ہی ایسی باران رحمت نازل ہوئی کہ خشک زمین سیراب ہوگئی اور قحط دفع ہوگیا۔

آپؐ کی عمر جب بارہ سال دو ماہ اور دس دن ہوئی تو آپؐ کی خواہش کے مطابق چچا ابوطالب نے آپؐ کو شام کے سفر پر بغرض تجارت اپنے ساتھ لے لیا۔ قافلہ جب شام کے شہر بصرہ سے چھ میل کی دوری پر واقع ایک گاؤں ''کعربہ'' پہنچا تو یہاں بحیریٰ نامی ایک راہب رہتا تھا جو آسمانی کتب بالخصوص انجیل کا جید عالم تھا اور زاہد بے مثل بھی تھا، اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ قافلہ میں موجود حضور پرنور ﷺ پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے اور جب قافلہ دن کے وقت یہاں ایک درخت کے نیچے فروکش ہوا تو وہ بادل اس درخت پر سایہ فگن ہوگیا۔ پھر اس راہب کے مشاہدہ میں یہ منظر بھی رونما ہوا کہ اس درخت کی ٹہنیاں سرسبز وشاداب ہوکر آپؐ پر جھک گئی ہیں۔ بحیریٰ نے حضرت ابوطالب سے کہا: یہ نوخیز کون ہے؟ حضرت ابوطالب نے آپؐ پر نہایت شفقت کی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا: ''میرا بیٹا ہے''۔ بحیریٰ نے کہا یہ آپ کا بیٹا نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے والد زندہ نہیں ہوں گے۔ اب حضرت ابوطالب نے کہا۔ ہاں یہ سچ ہے! یہ میرا بھتیجا ہے۔ پھر بحیریٰ نے آپؐ کے والدین کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت ابوطالب نے کہا: والد کا انتقال تو تبھی ہوگیا جب آپ شکم مادر میں تھے اور والدہ کا انتقال تب ہوا جب آپؐ کی عمر چھ سال تھی۔ بحیریٰ نے برجستہ کہا: آپ نے سچ کہا آپ انہیں لے کر فوراً واپس چلے جائیے اور یہودیوں سے ان کو بچائیے۔ مبادا یہودی بوجہ حسد ان کو گزند پہنچائیں کیونکہ یقیناً ایک دن ایسا آجائے گا جب آپ کے اس بھتیجے کی شان بڑی عظیم ہوگی۔ یہ سن کر حضرت ابوطالب اپنے پیارے بھتیجے کو لے کر واپس مکہ آگئے۔ اس طرح آپ ﷺ کا یہ سفر پہلا سفر تھا جو نامکمل رہا۔ بحیریٰ کے اس مشاہدہ سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کو بھی مصطفیٰ جان رحمتؐ کی بعثت کا علم تھا۔ تورات میں ''فارقلیط'' یعنی حق وصداقت کی روح کہا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن واحادیث میں تو بعثت نبویؐ کا ذکر مسلسل آیا ہے۔ اس طرح آپؐ کی

حیات طیبہ نے اپنی عمر مبارک کی وہ ۱۳/ بہاریں دیکھیں جس میں آپؐ کی پیدائش، رضاعت وطفولیت اور عنفوان شباب سے وابستہ چند اہم ترین واقعات کا ذکر خیر ہوا۔ مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کی عمر جب پندرہ یا بیس سال کے قریب پہنچی تو آپؐ نے ایک جنگ ''حرب فجار'' میں اس لئے شرکت کی کہ اہل قریش اس جنگ میں حق پر تھے۔ مگر اس کے باوجود آپؐ کو اس جنگ میں شریک ہونا ناگوار گذرا کیونکہ آپؐ اس جنگ کے وقوع پذیر ہونے سے خوش نہیں تھے۔ وجہ یہ تھی کہ یہ جنگ اُن مہینوں میں پیش آئی جن مہینوں میں عرب میں جنگ کرنا فسق وفجور، ناجائز اور حرام سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا اس جنگ میں آپؐ اپنے چچاؤں کو صرف تیر کش سے تیر نکال کر دیتے جاتے تھے۔ اس جنگ فجار کے خاتمہ کے بعد سرداران عرب نے متحدہ طور پر ایک اصلاحی تحریک چلائی اور انہوں نے امن وامان کے قیام، مسافروں کی حفاظت اور غریبوں اور مظلوموں کی مدد کے لئے حلف لیا اور اس ضمن میں ایک معاہدہ بھی کیا۔ اس معاہدہ میں آپؐ نہایت پر مسرت طریقہ سے شریک ہوئے۔ چونکہ اس معاہدہ کے محرکین میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جن کے نام کے ساتھ ''فضل'' لگا ہوا تھا جیسے فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ وغیرہ۔ اسی لئے تاریخ اسلام میں اس معاہدہ کا نام ''حلف الفضول'' رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ کو یہ تاریخی معاہدہ تاحیات نہایت عزیز رہا۔ اس طرح آپؐ کو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی جنگ کے نقائص اور معاہدہ کے محاسن سے واقفیت حاصل ہو چکی تھی۔ مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کی عمر اب پچیس سال کی ہوئی ہے، مکہ میں تشریف فرما ہیں اور خود بخود شریعت ابراہیمی پر قایم ہیں۔ کردار وگفتار اور اخلاق واحسان کے لحاظ سے آپؐ کے صادق اور امین ہونے کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ زبان خلق آپؐ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتی تھی۔ اب آپؐ جوان ہو چکے تھے۔ آپؐ کا چہرہ مبارک انوار تجلی کا مظہر تھا۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں چاند کی طرف دیکھتا اور پھر آپؐ کی طرف دیکھتا تو مجھے آپؐ کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آتا۔ بقول ایک عاشق رسولؐ جناب حکیم شعیب نیر پھلوارویؒ:

ہلال عیدم ابروئے محمد ❖ صباح عشرتم روئے محمد

آپؐ نے بھی اپنے آبائی پیشہ یعنی پیشہ تجارت کو اختیار کرنا مناسب سمجھا۔ ادھر مکہ میں حضرت خدیجہؓ بنت خویلد ایک نہایت معزز اور مالدار خاتون تھیں اور دو بار بیوہ ہونے کے بعد اپنے تجربہ کار کارندوں کے ساتھ تجارت کرتی تھیں۔ وہ شہر مکہ میں اپنی نیک نامی اور پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے طاہرہ اور سیدۃ النساء کے لقب سے جانی جاتی تھیں۔ چنانچہ اُنہوں نے جب حضورؐ کی راست گوئی، دیانت، امانت اور مکارم اخلاق کا شہرہ سنا تو حضورؐ کے ذریعہ بھی تجارت کرنے کی پیش کش کیں۔ حضرت ابو طالب اور حضرت عباسؓ کی اجازت سے آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کا مال لیا اور شام کے بازار کی جانب چل پڑے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی مدد کے واسطے اپنے غلام میسرہ کو آپؐ کے ہمراہ روانہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق اُنہوں نے اپنے ایک رشتہ دار خزیمہ کو بھی ساتھ روانہ کیا تھا۔ راستہ میں حضورؐ کی شان وعظمت کے کئی واقعات رونما ہوئے مثلاً جب حضورؐ بصریٰ میں فسطور

نامی راہب کے کلیسا کے قریب اترے اور وہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھے تو راہب نے میسرہ سے پوچھا: اس درخت کے نیچے کون بیٹھا ہے۔ جواب ملا: قبیلہ قریش کا ایک نوجوان۔ راہب نے فوراً کہا: ما انزل تحت هذه الشجرة الا نبی یعنی اس درخت کے نیچے نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں اُترا۔ پھر راہب نے پوچھا: کیا اس جوان کی آنکھوں میں سرخی ہے؟ جواب ملا: ہاں۔ پھر کیا تھا راہب نے کہا: یہ نبی ہی نہیں، خاتم النبیین ہیں۔ اسی طرح میسرہ نے دیکھا کہ سخت گرمی ہے مگر راستہ میں آپؐ کے سر پر بادل سایہ فگن ہے۔

بے نشانے کہ از و نام ونشاں می طلبی ❖ بنگر آئینۂ روئے رسول عربی

پھر جب آپؐ شام کے بازار پہنچے تو خریداروں نے آپؐ کے مال کو دوگنے دام پر خرید لیا۔ حضورؐ نے واپسی میں بھی کافی مال خریدا جو مکہ میں اچھے دام پر فروخت ہو گئے۔ اس طرح اللہ کے فضل و کرم سے آپؐ کا یہ سفر نہایت ہی منافع بخش اور کامیاب سفر رہا۔ میسرہ نے یہ بھی دیکھا کہ آپ تجارت میں لین دین کے معاملہ میں بھی بڑے کھرے، سچے پکے اور بڑے ہی ایماندار ہیں۔ میسرہ نے سفر سے واپسی کے بعد سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ کو سنایا جنہیں پہلے سے ہی بذریعہ خواب یہ علم عطا کر دیا گیا تھا کہ وہ نبی آخرالزماںؐ کی زوجہ بننے کا شرف حاصل کریں گی۔ چنانچہ اب یہ یقین مزید مستحکم ہو گیا اور آپؐ سے بے پناہ قلبی تعلق کا احساس بیدار ہوا اور بڑی عقیدت ومحبت ہو گئی۔ چنانچہ اُنہوں نے نفیسہ بنت اُمیہ کے ذریعہ نکاح کا پیغام بھیجا جسے حضورؐ، چچا ابوطالب، اور تمام اہل خانہ نے قبول کر لیا۔ حضرت ابوطالب نے ۵۰۰ درہم طلائی مہر پر نکاح پڑھایا اور نہایت ولولہ انگیز خطبہ دیا جسے سیرت کی کتابوں میں ایک تاریخی خطبہ مانا جاتا ہے۔ اس موقع پر سیدہ خدیجہؓ کی کنیزوں نے دف بجا کر مشہور و معروف روایتی طریقہ سے خوشیاں منائیں۔ حضورؐ نے مہر میں ۲۰ اونٹ دئے اور دو اونٹنیاں ذبح کر دعوت ولیمہ دی۔ حضرت خدیجہؓ اپنے نکاح کے بارے میں آپؐ سے خود فرماتی ہیں کہ انی قد رغبت فيك لحسن خلقك و صدق حديثك۔ یعنی میں نے آپ ﷺ کو آپ کے اچھے اخلاق اور آپ کی سچائی کی وجہ سے پسند کیا ہے۔ اس وقت حضورؐ کی عمر پچیس سال تھی جبکہ اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ تقریباً پچیس سال تک آپؐ کی رفاقت اور خدمت میں رہیں۔ ساری دولت آپؐ کے قدموں پر نثار کر دیا اور ساری زندگی آپؐ کی غمگساری اور خدمت گذاری میں گذار دی۔ آپؐ کی ساری اولاد بھی، حضرت ابراہیم (جو اُم المومنین حضرت ماریہ قطبیہؓ کے بطن مبارک سے تھے) کو چھوڑ کر، آپ ہی کے بطن مبارک سے دنیا میں آئیں۔ اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے بطن مطہر سے دو صاحبزادگان سیدنا قاسم اور سیدنا عبداللہ اور چار صاحبزادیاں سیدہ زینب، سیدہ رقیہؓ، سیدہ اُم کلثومؓ اور سیدہ فاطمہ زہراؓ دنیا میں تشریف لائیں۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کی حیات میں دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت فاطمہؓ کو چھوڑ کر آپؐ کی تمام اولاد آپؐ کی حیات مبارک ہی میں وفات پا گئیں۔ دونوں صاحبزادگان تو صغرسنی ہی میں فوت ہو گئے تھے البتہ صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور مشرف بہ اسلام بھی ہوئیں۔

آپ ؐ کی عمر کا پینتیسواں سال تھا کہ اہل قریش نے نئے سرے سے مخدوش اور منہدم خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ قبائل قریش نے انہدام اور تعمیر کا کام آپس میں بانٹ لیا تھا۔ جب کعبہ کی دیواریں حجر اسود کی تنصیب کے مقام تک بلند ہوگئیں تو یہیں سے جھگڑا کھڑا ہوگیا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کرنے کا شرف و امتیاز کسے حاصل ہو؟ جھگڑا کئی دنوں تک جاری رہا۔ پھر ایک معمر ترین بزرگ حضرت ابو اُمیہ مخزونی نے مداخلت کی اور ایک تجویز پیش کی کہ جو سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہوگا اسے ثالث تسلیم کرلیا جائے گا۔ چنانچہ اگلے دن تاجدار حرم، حضور سرور کائنات ؐ سب سے پہلے حرم میں داخل ہوئے۔ سبھی خوشی سے پکار اٹھے هذا محمد هذا الا مين قدر ضينا به یہ امین ہیں، ہم ان سے راضی ہیں، یہ محمدؐ ہیں! آپ ؐ نے ایک چادر بچھائی اور حجر اسود کو خود اس میں رکھا اور قبائل کے سرداروں سے کہا کہ سب مل کر چادر کو مقام تنصیب تک لے چلیں۔ پھر آپ ؐ نے حجر اسود کو وہاں سے اٹھا کر مطلوبہ مقام پر نصب کردیا۔ اس طرح ہونے والی ایک جنگ ٹل گئی۔

آپ ؐ کی عمر ابھی چالیس سال سے کچھ کم تھی کہ دل و دماغ تنہائی اور غور و فکر کا متوالا بن رہا تھا۔ آپ ؐ یوں تو شروع ہی سے شریعت ابراہیمی پر تھے۔ آپ ؐ کو روز اول سے ہی ان باطل معبودوں سے اس قدر نفرت تھی کہ آپ ؐ کی نظر میں اس سے بڑھ کر کوئی چیز مبغوض نہیں تھی۔ حتیٰ کہ اس وقت کے معاشرہ میں رائج لات و منات و عزیٰ کی قسم سننا تک گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپ ؐ کی شخصیت اب احوال صالحہ اور خصائل حمیدہ کی عبارت بن چکی تھی۔ آپ ؐ جزیرہ عرب میں اپنے شریں کلام، اعلیٰ اخلاق، کریمانہ عادات و خصائل کے لحاظ سے بھی مشہور و معروف ہو چکے تھے۔ یہاں تک کہ عربی سماج میں اس وقت آپ ؐ سے بڑھ کر کوئی بھی خوش اخلاق، پابند عہد اور امانت دار نہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ؐ درماندوں کا بوجھ اُٹھاتے، تہی دستوں کا بندوبست فرماتے، مہمانوں کی میزبانی کرتے اور مصائب حق میں اعانت فرماتے تھے۔ آپ ؐ سب سے زیادہ عادل، پاک دامن، صادق اللہجہ اور عظیم الامانۃ تھے۔ چنانچہ عربی شاعر فرزدق نے آپ ؐ کے کمال نفس اور مکارم اخلاق کے متعلق کیا خوب کہا ہے:

يغضى حياء و يغضى من مهابته ❖ فلا يكلم الناس الا حين يبتسم

ترجمہ: آپ ؐ حیا کے سبب نگاہ پست رکھتے ہیں اور آپ ؐ کی ہیبت کے سبب نگاہیں پست رکھی جاتی ہیں، لوگ گفتگو تب ہی کرتے جب آپ متبسم ہوتے ہیں۔

جب آپ ؐ کی عمر چالیس کے قریب پہنچی تو آپ ؐ کو تنہائی اور خلوت نشینی بہت محبوب ہوگئی۔ چنانچہ آپ ؐ ستو اور پانی لے کر مکہ سے تقریباً دو میل دور کوہ حرا کے تنگ غار میں چلے جاتے اور مراقبہ اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ جب کھانا پینا ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہؓ پھر خورد و نوش کا انتظام کر جاتیں۔ کبھی ہمراہ بھی رہتیں۔ آپ ﷺ آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے، پھر اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے، کائنات کے مشاہدہ اور اس کے پس منظر میں پوشیدہ قدرت نادرہ پر غور فرماتے۔ آپ ؐ کو اپنی قوم کے شرکیہ عقائد اور باطل تصورات پر بالکل اطمنان نہ تھا۔ ہمیشہ متفکر رہتے مگر سامنے کوئی واضح اور معین راستہ بھی موجود نہ تھا جو آپ ؐ کے انشراح قلب کا باعث بن سکے۔

دراصل اللہ رب العزت کی نظر میں بیان شدہ آیت کریمہ: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ کے پہلے حصہ کی تکمیل کے بعد اب دوسرے حصہ کی تکمیل کا وقت آچکا تھا۔ چنانچہ غار حرا میں آپؐ کی خلوت نشینی کے تیسرے سال جب آپؐ کی عمر چالیس برس ہوگئی تو آثار نبوت جگمگانے لگے۔ یہ آثار خواب تھے۔ چھ ماہ تک اسی طرح کے حالات رہے۔ پیغمبروں کی بعثت کے لئے سن کمال کی عمر بھی بالعموم یہی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ دراصل بعثت نبوی کے لئے ذہن سازی کر رہا ہے تاکہ روئے زمین پر ایک بار پھر اپنے رسول، اپنے نبی اور اب اپنے پیغمبر آخرالزماںؐ کے توسط سے اپنی رحمت کا فیضان جاری کر سکے۔ جوں جوں بعثت کا وقت قریب آتا جاتا، آپؐ میں عبادت الٰہی اور مراقبہ کا ذوق وشوق بڑھتا چلا جاتا۔ چنانچہ آپؐ کی عمر جب قمری حساب سے چالیس سال چھ مہینے اور بارہ دن ہوگئی تو ایک دن جبکہ آپؐ یہاں غار حراء میں عبادت وریاضت میں مشغول تھے، حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور سورہ علق کی پانچ آیات کے ساتھ آپؐ وحی سے سرفراز کئے گئے۔ چنانچہ ازلی اور ابدی نبوت اور رسالت کا جو منصب عطا کیا گیا وہ دراصل اس مقدس منصب عالیہ سے وابستہ آپ ﷺ کو تفویض کردہ اعلیٰ ذمہ داریوں کا بار گراں بھی تھا۔

سلام علیک اے نبی مکرم ❖ مکرم تر از آدم و نسل آدم

آپؐ پریشان ہو گئے مگر غمخوار و غمگسار و جاں نثار اور وفا شعار رفیقۂ حیات، حضرت خدیجہؓ اور اُن کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کی تسکین وتلقین کی وجہ سے آپؐ کو کچھ اطمنان ہوا۔ پھر خوابوں کے ذریعہ کچھ دنوں تک ذہن سازی جاری رہی مگر وحی کی آمد کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اب آپؐ وحی کے انتظار میں نہایت بیقرار اور مضطرب رہنے لگے۔ آسمان کی جانب نگاہ اُٹھا کر دیر تک تکتے رہتے۔ یہاں تک کہ پھر جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور سورہ مدثر کی ابتدائی آیات کے ساتھ پھر سے اللہ کی وحی کے نزول کا آغاز ہوا:

"اے کپڑا اوڑھنے والے محبوب! اٹھیے اور لوگوں کو ڈرائیے۔ اور اپنے ہی رب کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑے پاک رکھئے۔ اور نجاست سے دور رہیے"۔

اس طرح قرآن نازل ہونے کا سلسلہ پھر شروع ہوا۔ غرض اب مذکورہ بالا بیان شدہ آیت کریمہ: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ میں نہاں تفویض کردہ ایک عظیم نصب العین کی جانب گامزن ہونے کا وقت بھی آچکا تھا۔ اس لئے کہ اُس "وحدہ لاشریک" نے اقامت دین کے واسطے خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کو دعوت حق اور تبلیغ اسلام کے لئے مامور فرمادیا ہے۔ آپؐ کی تریسٹھ سال اور چار دنوں کی حیات طیبہ میں ۲۲/سال ۵/ماہ اور ۱۴/ دنوں تک قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ قرآن پاک "سورہ الحمد" سے "سورہ الناس" تک ترتیب کردہ تیس پاروں کی ۱۱۴/سورتوں پر مشتمل ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ، قرآن مجید کی تفسیر اور اس کا عملی نمونہ ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنی آخری

اُمت کے آخری رسول، رسول اکرم ﷺ کو قرآن مجید میں بڑے محبت بھرے القاب سے نوازا ہے۔ مثلاً ''یٰس''، ''یا ایھا المزمل''، ''یا ایھا المدثر'' اللہ نے آپؐ کو پورے قرآن مجید میں ۱۳ مرتبہ ''یا ایھا النبی'' کہہ کر خطاب کیا ہے۔ آپ ﷺ کو سورہ احزاب میں ''خاتم النبین'' قرار دیا گیا۔ آپؐ صرف ''خاتم الانبیا'' ہی نہیں بلکہ ''سید الانبیا'' اور ''امام الانبیا'' بھی ہیں۔ پھر مکہ ہی میں بعثت سے پانچ سال بعد معراج کا واقعہ پیش آیا۔ اہل ایمان کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ آپؐ کی معراج جسمانی تھی اور بحالت بیداری تھی۔

تمام تعریفیں اور تمام عبادتیں اس وحدہ لاشریک اور خالق کائنات کے لئے اور قسم اس کی کبریا جو تمام جہانوں میں موجود تمام مخلوقات کا رب ہے۔ اسی رب العالمین نے قرآن مجید میں بہت سارے اہم مقامات پر اپنے محبوب اور ہمارے اور آپ کے آقائے نامدار احمد مجتبیٰ و محمد مصطفےٰ ﷺ کی شان اقدس بیان کی ہے، حضورؐ کا منصب بیان کیا ہے اور آپؐ کے خصائص مقدسہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ عزوجل نے دنیا میں جتنے بھی رسولوں اور نبیوں کو مبعوث کیا وہ کسی محدود رقبہ یا کسی محدود طبقہ یا کسی محدود قوم کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے مگر جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کا منصب اعلیٰ یہ ہے کہ آپؐ پوری دنیا میں پوری دنیا کے لئے مبعوث کئے گئے۔ اور قیامت تک کے لئے مبعوث کئے گئے۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ، اللہ نے ایک اور مقام پر اسی منصب کو اس طرح بیان کیا: قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ، اللہ رب العزت نے اس طرح حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک جاری و ساری نبوت کو سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ ﷺ کے وجود اقدس پر ختم کر دیا۔ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ ٹھیک اسی طرح اللہ جب آپ ﷺ کی شان اقدس بیان فرمارہا ہے تو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر یوں بیان فرماتا ہے: محمد رسول الله (محمد اللہ کے رسول ہیں) لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ (تمہارے پاس عظیم الشان رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔) وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ (لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔) يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ (لوگوں پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔) وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۱۵۱﴾ (نبی تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔) وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ؕ﴿۴﴾ (اور ہم نے تیرا نام بلند کر دیا)۔

اللہ اپنے محبوب اور ہمارے اور آپ کے آقائے نامدار احمد مجتبیٰ و محمد مصطفےٰ ﷺ کو کس قدر محبوب رکھتا ہے۔ اس ضمن میں بس چند آیات ملاحظہ کریں:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ (تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا، نہ تجھ سے ناراض ہوا) وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ؕ﴿۴﴾ (پچھلی حالت آپ کی اگلی حالت سے بہتر ہے) وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى ؕ﴿۵﴾ (تیرا رب تجھے اتنا کچھ دے گا کہ تو راضی خوش ہو جائے گا) اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ؕ﴿۱﴾ (ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا) عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا

مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (بے شک آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ (ان کی باتوں سے آپ اپنا جی برا نہ کریں) وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ (کفر میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے والوں کی حالت سے آپ اندوہ گیں نہ ہوں)۔

مکین لامکاں باشد محمد ❖ نشان بے نشاں باشد محمد

اب باعث خلق کائنات، فخر موجودات، سرورکون ومکاں، تاجدار عالم، شہنشاہ رسالت، ساقی کوثر، صاحب مقام محمود، خاتم الانبین اور رب العالمین کے محبوب ومقبول نبی ومرسل رحمۃ للعالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ رسول اکرم ﷺ کی اس آخری اُمت کے حوالہ سے بھی چند آیات ملاحظہ کیجئے:

عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ (جو چیز تم کو مشقت میں ڈالنے والی ہے وہ نبی کو نہایت شاق وگراں گذرتی ہے)۔ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ (تمہارا نبیؐ تم لوگوں کی نفع رسانی کے لئے درجہ کمال کا طالب وشایق ہے) بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (وہ مومنوں سے بہت پیار کرنے والا اوران پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر)۔ ہمارے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ ہم گنہگاران اپنے نبیؐ کی اس مخصوص اُمت میں شامل ہیں جس اُمت میں دیگر انبیاؑ کو پیدا ہونے کا بڑا اشتیاق تھا۔

جہاں روشن است از جمال محمد ❖ دلم تازہ گشت از وصال محمد

اقامت دین کی خاطر اللہ کی جانب سے عطا کردہ اس عظیم الشان منصب پر فائز مصطفےٰ جان رحمت ﷺ نے اپنے رب کا حکم ملتے ہی تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ مگر حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ دعوت حق کا یہ کام تین سال تک خفیہ طور پر انجام دیا جائے تاکہ اہل مکہ کے سامنے اچانک کوئی ہیجان خیز صورت حال نہ پیدا ہو جائے۔ دعوت کا اثر شروع ہوا۔ چنانچہ مختصر سی مدت میں حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ حضرت زیدؓ، حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ ایمان لے آئے۔ یہ پاکیزہ سلسلہ مزید آگے بڑھا۔ ابن ہشام کے مطابق سابقین اولین کی تعداد چالیس سے زیادہ بتائی گئی ہے جو مجموعی طور پر خاندان قریش کی تمام شاخوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ادھر سورہ مدثر کی آیات کے بعد اس دور میں چھوٹی چھوٹی آیتیں بھی نازل ہوتی رہیں جو نہایت سکون بخش ہوتیں اور جن میں جاذب قلب نغمگی بھی شامل ہوا کرتی۔ یہ آیتیں لوگوں کو تزکیہ نفس، جنت اور جہنم کے بیانات کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کو موجودہ تباہ کن انسانی معاشرہ کے مقابلہ ایک بہتر خوشگوار فضا کا احساس دلا رہی تھیں۔ نماز شروع ہو چکی تھی اہل ایمان نے چھپ چھپ کر نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اب سورہ ''شعراء'' کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

ترجمہ: اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

گویا اللہ کی جانب سے اب اظہار دعوت کا پہلا حکم نازل ہوا۔آپ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں جیسے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی ضیافت کی ۔جب سب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے دعوت اسلام پیش کی ۔ابولہب جو آپؐ کا چچا تھا، اس نے بہت بدتمیزی کی ۔اسقدر بکواس کی کہ مصطفےٰ جان رحمتؐ اپنی بات ٹھیک طریقہ سے نہیں رکھ سکے ۔ چنانچہ آپؐ نے دوسرے دن پھر ضیافت کی ۔جب لوگ خورد ونوش سے فارغ ہو چکے تب آپؐ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ دعوت اسلام کی پیش کش کی ۔پھر فرمایا بتائیے: آپ میں سے کون میرا ساتھ دے گا۔سب خموش ہو گئے۔حضرت علیؓ جو ابھی صرف آٹھ سال کے تھے ،کھڑے ہوئے اور آپؐ کا ساتھ دینے کا وعدہ فرمایا۔بقیہ تمام نے صرف مذاق اُڑایا۔اب اللہ نے آپ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم دے دیا اور سورہ حجر کی یہ آیت نازل ہوئی :

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ

ترجمہ : آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو اعلانیہ بیان فرمائیے۔

مصطفےٰ جان رحمت ﷺ نے جیسے ہی علی الاعلان دین اسلام کی تبلیغ شروع کی اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا مخالفت فرمانے لگے ،تمام اہل قریش ،اہل مکہ اور پورا عرب آپ ﷺ کی مخالفت پر پوری شدت کے ساتھ کمر بستہ ہو گیا پھر تو آپ ﷺ پر اور دیگر اہل ایمان پر ظلم وستم ،ایذا رسانیوں کا ایک ایسا طولانی سلسلہ شروع ہو گیا جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ مگر اللہ کے رسول کو اللہ پر مکمل بھروسہ تھا۔سرداران قریش حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور روارنگ دی پھر جاہ وحشم اور عیش وعشرت کی لالچ بھی دی کہ بھتیجے کو نئے دین کی تبلیغ سے منع کر دیا جائے ۔اللہ کے رسولؐ نے جو جواب دیا ،مورخین اور سیرت نگاروں نے اسے سنہرے حروف سے تاریخ کے اوراق میں رقم کر دیا ہے۔آپؐ نے فرمایا: ''چچا جان! اگر وہ تبلیغ سے روکنے کے لئے میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو خدا کی قسم میں یہ کام نہیں چھوڑ سکتا''۔حضرت ابوطالب نے جب آپؐ کا یہ تیور دیکھا تو کہہ اُٹھے : ''آپ اپنا کام جاری رکھیں میں کسی حال میں بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا''۔اب حضرت ابوطالب کی محبت وشفقت کے ساتھ ساتھ زبردست حمایت بھی آپ کو حاصل تھی ۔ چنانچہ ایک دن آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آواز لگائی یاصباحاہ اور سرداران قریش کا نام لے لے کر اُن کو اسی طرح جمع کیا جس طرح کہ اُن دنوں عرب کے معاشرہ میں دشمنوں کے حملہ سے آگاہ کرتے وقت لوگوں کو جمع کیے جانے کا رواج تھا۔غرض سبھی آگئے اور ساتھ میں ابولہب بھی آگیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ سب نے کہا آپ صادق ہیں ،امین ہیں اور راست گو ہیں ۔پھر آپؐ نے فرمایا: اچھا تو جان لو کہ میں تمھیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں ۔بس اتنا سننا تھا کہ سب یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ کیا اسی کے لئے جمع کیا تھا! ابولہب نے کہا کہ سارے دن غارت ہو! تو نے کیا اسی لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا۔اسی موقع پر ابولہب

کی مذمت کرتے ہوئے سورہ تَبَّتۡ یَدَآ اَبِیۡ لَهَبٍ نازل ہوئی۔آپ ﷺ اس معاشرہ میں توحید خالص، آخرت پر ایمان، تزکیہ نفس اور اللہ کو سارے معاملات کی سپردگی کی بات کرتے۔اب دشمنوں کا ظلم مزید بڑھنے لگا مگر آپؐ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش لاحق نہیں ہوئی اور اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا ہی چلا گیا۔یہاں تک کہ تمام ظلم وستم کے باوجود مکہ فتح ہوا۔ دین قایم ہوا اور اللہ کی حاکمیت قایم ہوئی۔آپؐ مکہ معظمہ میں موجود بتوں کو گراتے جاتے اور کہتے جاتے وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝۸۱ دنیا میں حق قایم ہوا اور باطل ختم ہوا۔اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝۱ فتح مکہ کے بعد آپؐ اُسی کوہ صفا پر بیٹھ گئے۔انقلاب دیکھئے! جس کوہ صفا پر چڑھ کر آپ ﷺ نے کبھی اسلام کی دعوت دی تھی اور لوگوں نے آپؐ کی اس دعوت کو ٹھکرا دیا تھا۔آج اُسی کوہ صفا پر لوگ جوق در جوق جمع ہو رہے ہیں اور آپؐ اسلام پر اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت پر بیعت لیتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

زمن بری بمدینہ صبا سلام علیک ❖ چناں کہ می برد اہل وفا سلام علیک

چنانچہ آپ ﷺ کے کوہ صفا سے کوہ صفا تک کے سفر پر ایک نظر ڈالئے تو اندازہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنی اُمت کی خاطر کس قدر صعوبتوں کو برداشت کیا ہے، مگر امت پر جاری ان کے احسانات کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔سب سے پہلے کفار مکہ نے آپؐ کو ساحر، کاہن، شاعر، مجنوں اور دیوانہ (معاذ اللہ) کہہ کر کوچہ و بازار میں پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا۔پھر بدمعاش لڑکوں کا غول آپؐ کے پیچھے لگا دیا جو راستہ میں پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے۔دیوانہ کہہ کہہ کر پتھر مارتے۔کبھی راستہ میں کانٹے بچھاتے، کبھی نجاست پھینکتے۔کوئی دھکا دیتا تو کوئی مقدس اور نازک گردن مبارک میں چادر کا پھندہ ڈال دیتا۔ایک مرتبہ ایک سنگدل کافر عقبہ بن معیط نے آپؐ پر سجدہ کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی دوش مبارک پر رکھ دیا۔کفار مکہ یہ منظر دیکھ کر قہقہہ لگانے لگے۔ بی بی فاطمہؓ جو ابھی بہت کمسن تھیں، دوڑی دوڑی آئیں اور اپنے باباؐ کے دوش مبارک سے اوجھڑی کو ہٹایا۔جب آپؐ قرآن کی تلاوت فرماتے تو گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیا جاتا اور اس قدر تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر شور وغل مچایا جاتا کہ قرآن کی آواز سنائی نہیں پڑتی۔آپؐ جب میلوں اور بازاروں میں قرآن پڑھ کر سناتے اور تبلیغ اسلام کرتے تو یہی ابولہب تکذیب کی خاطر پیچھے پیچھے چلتا اور کہتا جاتا کہ یہ میرا بھتیجا ہے، دیوانہ ہو گیا ہے۔(معاذ اللہ) تم لوگ اس کی بات نہ سنو۔اس تحقیر، استہزا اور تکذیب کا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔بعثت نبوی سے قبل اسی ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں آپؐ کی دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہ اور سیدہ اُم کلثوم تھیں جن کی رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔مگر ابولہب نے اپنی بیوی ام جمیل کے کہنے پر ان دونوں کو نہایت سختی اور درشتی سے طلاق دلوائی۔آپؐ کی دونوں صاحبزادیاں مشرف بہ ایمان ہوئیں اور یکے بعد دیگرے ذوالنورین حضرت عثمان غنیؓ کی زوجیت میں آئیں۔جب آپؐ کی صاحبزادی سیدہ زینب جو حمل سے تھیں اور اپنی ہجرت کے وقت اونٹ پر سوار تھیں تو ہبار ابن اسود نے اُن کے ہودج کو ایسا دھکا دیا کہ وہ چٹان پر گر گئیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا۔

کفارمکہ نے جب یہ مشورہ کیا کہ حضورؐ کی زندگی کا چراغ گل کر دیا جائے (معاذ اللہ) تو اب حضرت ابوطالب اپنے چہیتے بھتیجہ یعنی حضورؐ اور دیگر اہل خانہ کو لے کر شعب ابی طالب میں سکونت اختیار کر لی۔ شعب ابی طالب عرب میں دو پہاڑوں کے مابین واقع ایک گھاٹی کا نام ہے۔ کفار مکہ کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے آپسی مشورہ سے ان سبھوں کا سوشل بائیکاٹ کرنے کا سفاکانہ فیصلہ کر لیا۔ یہ پابندیاں اور محاصرہ پورے تین سال تک جاری رہا۔ اس طویل محاصرہ کے دوران آپؐ اور آپؐ کا خاندان نہایت تکلیف دہ صورتحال سے گذرا۔ بچے بھوک سے بلکنے لگے۔ پیڑ کے پتوں اور گھاس کھا کھا کر پیٹ بھرا جاتا۔ یہاں مسلسل قید و بند کی وجہ سے صحت اس قدر خراب ہوگئی کہ اس سہ سالہ محاصرہ کے خاتمہ کے فوراً بعد سن رسیدہ حضرت ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور حضرت ابوطالب کے انتقال کے فوراً بعد ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا بھی وصال ہوگیا۔ آپؐ کے قلب پر اس قدر صدمہ پہنچا کہ آپؐ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' رکھا۔ حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد ابولہب کو سردار بنایا گیا جو کہ پہلے سے ہی دشمن جاں تھا اور دشمن اسلام بھی تھا۔ حضورؐ کی دشمنی اور ایذا رسانی میں ابولہب، ابوجہل، ابوسفیان، حارث بن قیس، ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکحہ، عاص بن سعید، عقبہ بن معیط اور سائب بن سیفی جیسے نہایت شریر کفار شامل تھے۔ آپؐ کے چچاؤں میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کو چھوڑ کر بقیہ چچاؤں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اسی طرح آپؐ کی پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہؓ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت صفیہؓ بہت بہادر تھیں۔ دشمنان اسلام ہمہ وقت ایذا رسانی میں مصروف کار رہتے۔ یہ سبھی کفار مکہ مالدار تھے، صاحب اقتدار تھے اور حضورؐ کے قریبی رشتہ دار یا پڑوسی بھی تھے۔ درحقیقت ابولہب ہی کی سربراہی میں جفا کاری کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ جب آپؐ کے صاحبزادہ سیدنا عبداللہ کا انتقال ہوا تو ابولہب نے خوب خوشیاں منائی کہ محمدؐ اب نسل بریدہ ہو گئے۔ جب آپؐ طایف پہنچے اور اسلام کی دعوت دی تو لوگوں نے نہ صرف ان کی بات ماننے سے انکار کیا بلکہ گالیاں دیں اور بدزبانیاں بھی کیں۔ اتنا ہی نہیں اوباشوں نے اس قدر پتھر برسائے کہ آپؐ کے پیر بری طرح زخمی ہو گئے اور دونوں جوتے خون سے تر بتر ہو گئے۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہؓ تھے جو رسول اللہؐ کے بچاؤ کرنے میں پوری طرح زخمی ہو گئے۔ یہ کفار مکہ اور مشرکین ان لوگوں کو بھی ظلم وستم کا نشانہ بنا رہے تھے جو مسلمان ہو رہے تھے۔ ایک بار حضورؐ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے ساتھ جا رہے تھے کہ انہوں نے نعرہ توحید بلند کر دیا۔ کفار مکہ نے ہنگامہ مچا دیا۔ فساد برپا ہوگیا۔ حضورؐ کے دفاع میں حضرت حارثؓ آگے آئے اور حضورؐ کو بچاتے بچاتے شہید ہو گئے۔ یہ مذہب اسلام میں پہلے شہید تسلیم کئے جاتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیتا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی ماں کو جب ان کے اسلام لانے کی واقفیت ہوئی تو ان کا کھانا پینا بند کر دیا اور گھر سے نکال دیا حالانکہ ان کی ماں نے انہیں بڑی ناز و نعمت سے پالا تھا۔ حضرت بلالؓ، اُمیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے۔ وہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کو تھما دیتا جو انہیں مکہ کے پہاڑوں میں گھماتے پھرتے۔ اُمیہ خود انہیں باندھ کر ڈنڈے سے مارتا۔ چلچلاتی دھوپ میں بٹھائے رکھتا اور پتھریلے کنکروں پر لٹا کر سینہ پر بھاری

پتھر رکھوا دیتا۔حضرت عمارؓ بن یاسر، بنو مخزوم کے غلام تھے۔جب وہ اور اُن کے والدین ایمان لے آئے تو مشرکین بالخصوص ابو جہل انہیں سخت سے سخت سزا دیتا۔آخر کار سزا کی تاب نہ لاسکے اور حضرت عمارؓ کا انتقال ہوگیا۔اُن کی والدہ بی بی سمیہؓ کو ابو جہل نے ایسا نیزہ مارا کہ انہوں نے دم توڑ دیا۔مذہب اسلام میں حضرت بی بی سمیہؓ پہلی شہیدہ تسلیم کی جاتی ہیں۔اسی طرح کچھ باندیاں جیسے زنیرہ، نہدیہ، اُم عبیس وغیرہ جب مشرف بہ اسلام ہوئیں تو ان کے مالک انہیں بہت پیٹا کرتے تھے یہاں تک کہ پیٹتے پیٹتے تھک جاتے۔ایسا ظلم اور ایسی بداعمالیاں! کہ زمین لرزہ براندام ہوگئی۔جیسا کہ بیان کیا گیا کہ آپؐ نے تمام ظلم وستم برداشت کیا مگر کبھی بھی اپنی اُمت کے لئے بددعا نہیں کی بلکہ ہمیشہ اپنی امت کو ہر حال میں راہ ہدایت پر دیکھنا چاہا۔یہی وجہ ہے کہ بندۂ مومن کی تو زندگی کا نام ہی توقیر محمدؐ اور تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ❖ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

پیغمبر اسلام، داعی اسلام، ہادی برحق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی داعیانہ صلاحیتوں میں تشدد کا شائبہ تک نہیں ہے۔پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو دراصل اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جو سب کا خالق ہے اور مالک ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے امن وامان کی زندگی عطا کرنے کے لئے ایک پاکیزہ مذہب، امن اور شانتی کا مذہب یعنی ''مذہب اسلام'' کو پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کے معرفت اپنے بندوں تک پہنچایا۔رحیم وکریم مالک کے پیغمبر کو ''رحمت والا'' ہونا ہی تھا۔''وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا'' آپؐ کی رحمت وشفقت اور اخلاق کریمانہ دیکھئے کہ جب طایف میں آپؐ پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ دونوں جوتے خون سے تر بتر ہوگئے اور اس موقع پر پہاڑوں کے فرشتوں نے کہا بھی! یارسول اللہ! آپؐ اجازت دیں تو ان بدبختوں کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں۔مگر مصطفیٰ جان رحمتؐ نے جواب دیا: نہیں! اور فرمایا: ''اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے گی''۔مصطفیٰ جان رحمتؐ کا یہ جواب آپؐ کے اخلاق عظیمہ کی بھرپور عکاسی کررہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کفار ومشرک بھی شامل ہیں مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو سب کے لئے رحمت عالم ہیں لہٰذا آپؐ کے صدقے میں پوری امت محمدیہ عذاب سے محفوظ کردی گئی ہے۔جب اسلام کا دائرہ تمام رکاوٹوں کے باوجود وسیع سے وسیع تر ہونے لگا تو مشرکین نے بھی مزاحمتوں کا دائرہ وسیع کردیا یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آپہنچی۔مگر آپؐ ایسے موقع پر بھی جب کسی جنگ کے لئے اسلامی لشکر روانہ فرماتے تو لشکر کو سخت ہدایت فرماتے: ''خبردار! گرجا گھروں اور عبادت خانوں کے راہبوں اور بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو ہرگز ہرگز قتل مت کرنا۔ضعیفوں، کمزوروں اور بیماروں کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاو کرنا''۔جنگ کے موقعوں پر آپؐ کی یہ ہدایت اس حقیقت کا اعلان کررہی ہے کہ آپؐ ہی ہیں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کے لئے خدا فرمارہا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ آپؐ بوڑھوں اور کمزوروں کے تئیں کس قدر مہربان تھے کہ آپؐ نے فرمایا: اگر بوڑھوں کے بڑھاپے اور بیماریوں کی بیماری کا خیال مجھے نہ ہوتا تو میں عشا

کی نماز کو تہائی رات تک موخر کر دیتا۔‘‘کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج دنیا میں ہونے والے ہر دھماکہ کے ساتھ اسلام کا نام جوڑ دیا جاتا ہے۔اسلام نے خوں ریزی کی اجازت کبھی نہیں دی۔پیغمبر اسلام،رحمت دو عالمؐ تو جانوروں اور درختوں کے تئیں بھی نہایت مہربان تھے۔اس ضمن میں آپؐ کا ارشاد ہے:’’خبردار!بے زبان جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادو اور نہ بلاضرورت انہیں مارو۔اور اگر مارنے کی ضرورت پڑ ہی جائے تو ان کے چہرے پر نہ مارو۔ان جانوروں کے گھاس،چارہ اور دانہ پانی میں ہرگز کمی و کوتاہی نہ کرو۔‘‘اسی طرح درختوں کے تئیں فرمایا:’’بلاضرورت ہرے بھرے درختوں خصوصاً پھل دار درختوں کو ہرگز مت کاٹو اور ان درختوں کو بھی نہ کاٹو جو راستہ کے اردگرد موجود ہیں اور جو راہگیروں کے لئے سایہ دار ہیں۔‘‘جو لوگ اسلام اور جہاد کا نام لے کر قتل و غارت گری پر آمادہ ہیں،وہ بھی غلط راہ پر ہیں اور جو اسلام اور پیغمبر اسلام کو کسی تشدد سے جوڑتے ہیں وہ بھی غلط واقفیت کا شکار ہیں یا لاعلمی کی بناء پر اسلام مخالف تحریک کا حصہ ہیں۔

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ ہمیشہ اپنے متوسلین،عشاق اور اہل ایمان کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔چنانچہ عشرہ مبشرہ کو جنت کی خوشخبری دی۔حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا:بخدا تمہیں دیکھ کر شیطان اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ مجھے معراج میں اپنے آگے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنائی دیتی تھی۔آپؐ محسن انسانیت ہیں۔بے سہاروں کا سہارا ہیں۔غرباء و مساکین و بیوگان و یتامیٰ اور غلاموں سے خصوصی شفقت رکھتے ہیں۔چنانچہ آپؐ کی حیات طیبہ میں ایسے بے شمار واقعات رونما ہوئے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ گرتوں کو تھام لیتے ہیں۔آپؐ بڑے ہی فیاض اور مہمان نواز ہیں۔آپؐ کو تو اپنے دشمنوں سے بھی انسانیت کی بنا پر بہت محبت ہے۔متعدد موقعوں پر آپؐ سے اپنے دشمنوں کے لئے جب بددعا کی درخواست کی جاتی تو آپؐ کا جواب ہوتا کہ میں لعنت کا ذریعہ نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔پھر اس طرح دعا کرتے:یا اللہ!ان کو ہدایت دے کہ وہ مجھے نہیں جانتے۔

اے عذر خواہ عاصیاں وا ے رحمۃ للعالمیں ❖ سر بر در تو می زنم رحمے کن وحالم ببیں

اللہ تعالیٰ روز اول سے ہی انسانیت کی رہنمائی کے لئے انبیائے کرام اور رسل عظام کو مسلسل مبعوث فرماتا رہا ہے مگر اس مالک الملک نے اس سلسلہ کو ہمارے نبی آخر الزماںؐ پر ختم کر دینا چاہا۔اب پیغمبر اسلام،شفیع المذنبیں،رحمۃ للعالمین،مصطفیٰ جان رحمت ﷺ ہمارے آخری نبی ہیں اور ہم،آپؐ کی آخری اُمت ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بے شمار عظمتوں سے نوازا۔انہیں عظمتوں میں سے ایک عظمت ہے:وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۰۷ آپؐ مکہ میں نبوت کے بعد تیرہ سال مقیم رہے۔یہاں مکہ میں کفار کا ظلم اپنی اونچائیوں کو چھو رہا تھا۔ظلم و ستم اس قدر بڑھ گیا کہ کفار مکہ نے آپؐ کے قتل کا پختہ منصوبہ بنا لیا۔چنانچہ آپؐ مظالم سے تنگ آ کر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور مدینہ منورہ میں بنونجار کے یہاں بروز جمعہ ۱۲؍ ربیع الاول سن ایک ہجری مطابق ۲۷؍ستمبر ۶۲۲ء کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے نزول فرمایا۔

یہیں سے عربی کیلنڈر ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔مدینہ والوں نے حضورؐ کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔عورتیں اور بچے گھروں سے نکل آئے،چھتوں پر چڑھ گئے اور دف بجا بجا کر یہ شعر پڑھتے :

طلع البدر علینا ❖ من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ❖ ما دعا للہ داع

مگر افسوسناک پہلو یہ ہے کہ یہاں بھی کفار مکہ نے آپؐ کو سکون سے نہیں رہنے دیا۔کفار مکہ نے یہودیوں کے ساتھ مل کر چھوٹی بڑی کئی جنگیں لڑیں،غزوہ بدر،غزوہ اُحد اور غزوہ خیبر وغیرہ۔سرکار دوعالمؐ پے بہ پے فاقہ کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے،دندان مبارک شہید ہوئے،زخموں کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہوئے۔مگر پیغمبر رحمت عالمؐ کا قافلۂ رحمت بڑھتا ہی گیا اور صحابہ کرام کی سرفروشی کی تمنا بھی بڑھتی رہی اور پیغام حق کی رسائی کی بدولت اہل ایمان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے باہر بھی لوگ ایمان لارہے تھے۔تمام مزاحمتوں کے باوجود منزل اب دور نہیں تھی۔صلح حدیبیہ ہوئی۔اللہ کی وحی نازل ہوئی: اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ﴿۱﴾ مگر کفار مکہ نے یہ معاہدہ توڑ دیا۔١٠/ماہ رمضان سن ٨ ہجری میں مصطفےٰ جان رحمت ﷺ دس ہزار اسلامی لشکر سے لیس ہوکر مدینہ منورہ سے مکہ روانہ ہوئے اور بالآخر مکہ فتح ہوا۔

وَقُلۡ جَآءَ الۡحَـقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا‏ ﴿۸۱﴾

ترجمہ : سچ آگیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے والا ہے۔

تاریخ اسلام میں فتح مکہ وہ عظیم ترین واقعہ ہے جب اسلام کا جھنڈا بلند ہوا،کعبہ کی چھت پر حضرت بلالؓ نے اذان دی،بالآخر کفار ومشرکین کی ذلت کا دن مقرر ہوا اور مسلمانوں کے لئے یہ دن بے پناہ خوشیاں لے کر آیا۔کفار خوفزدہ تھے۔وہ اپنا حشر اب بہت اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔بہت سارے جانثاران نبیؐ کا خیال بھی یہی تھا کہ ان کفار ومشرکین کو قتل کردیا جائے پھر فاتح مکہ کی بشریت کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ اس موقع پر محمد عربی،فاتح مکہ اور سرکار مدینہ ﷺ اپنی مکی اور مدنی زندگی میں درپیش تمام ظلم وستم کا بدلہ چن چن کرلے لیں مگر قربان جایئے مصطفےٰ جان رحمت ﷺ پر! کہ آپؐ نے اس موقع پر فرمایا :

لا تثریب علیکم الیوم اذھبو فا نتم الطلقا

ترجمہ : آج تم پر کوئی سرزنش نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

یعنی آپؐ کی جانب سے عفو عام کا اعلان ہوا۔رحمۃ للعالمینؐ کا کردار دیکھئے۔ھبار ابن اسود فتح مکہ کے دن بھاگ گیا۔وہ ھبار ابن اسود جس نے آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو اُن کی ہجرت کے وقت ایسا دھکا مارا تھا کہ وہ گر کر ایک چٹان سے ٹکرا گئیں تھیں اور ان کا حمل ضایع ہوگیا تھا۔مگر آپؐ نے اسے معاف فرمادیا۔ابوسفیان کی بیوی ہندہ جس نے غزوہ اُحد کے موقع پر آپؐ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبالیا تھا،شہنشاہ کونینؐ نے اسے بھی معاف فرمادیا۔اللہ کے رسولؐ نے فتح مکہ

کے موقع پر ابوسفیان کو نہ صرف معاف فرمادیا بلکہ یہ اعلان بھی فرمایا کہ من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن یعنی جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اسے بھی معافی۔ حالانکہ کفار مکہ نے جو بے پناہ اندوہناک مظالم ڈھائے تھے اسے دیکھتے ہوئے عام بشریت کا تقاضا تو یہ تھا کہ انہیں عام معافی دے دی جائے مگر مالک الملک نے تو آپؐ کو رحمت عالم بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ : اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر۔

آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کے صبر واستقامت کا ثمرہ سامنے آیا کہ اللہ کی حاکمیت قایم ہوگئی۔ جب آپؐ نے اپنے پاکیزہ مذہب، مذہب اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام مکمل کردیا اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر اسلامی معاشرہ کی تشکیل وتعمیر عمل میں آگئی۔ دین اسلام مکمل ہوگیا۔ اللہ کے رسول نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا۔ آپؐ نے بوقت آخر حجۃ الوادع کے موقع پر جو آخری خطبہ دیا اس میں بھی آپؐ نے مساوات، امن وامان، ظلم سے ممانعت، عورتوں کے ساتھ بھلائی، کمزوروں، یتیموں اور غلاموں کے ساتھ مساوات اور ہمدردی پر بطور خاص زور ڈالا۔ آپ ﷺ نے اس دنیا میں تریسٹھ سال اور چار دن تک قیام کر کے اپنا مشن مکمل کیا اور پھر پردہ فرمالیا۔ اُمت پر یہ غم ہائے بیکراں ۱۲؍ربیع الاول بروز پیر ۱۱ھ کو آن پڑا۔ ایک عاشق رسولؐ حضرت مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی نے کیا خوب کہا ہے ؂

جلوہ گاہ کبریا ہے خوابگاہ مصطفےٰ ﷺ!

لا یمکن الثناء کما کان حقہ ❖ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

اس طرح مصطفےٰ جان رحمت ﷺ اس آیت کریمہ :وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴿۱۰۷﴾ کے تقاضوں کے تحت اپنے جد حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ سخت امتحانات سے گذرے اور ہر قدم کی آبلہ پائی کے باوجود ہادی برحق کے فرایض انجام دیتے رہے۔ چنانچہ مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کی اطاعت اور محبت تمام لوگوں کے لئے لازمی قرار دی گئی اور اس کے متعلق قرآن مجید میں احکامات نازل ہوئے۔ چند احکامات ملاحظہ فرمایئے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ : اے رسول فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا :

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ : اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ

ترجمہ : جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿۶۹﴾

ترجمہ : اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَتُعَزِّرُوۡہُ وَتُوَقِّرُوۡہُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا ﴿۹﴾

ترجمہ : بے شک ہم نے تمہیں (اے رسول) بھیجا حاضر و ناظر، اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ : بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے لئے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر نہایت ہی رحم فرمانے والے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

وَمَنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ فَاِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ سَعِیۡرًا ﴿۱۳﴾

ترجمہ : جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا تو یقیناً ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات پاک میں دین مکمل ہوا اور بہتر دینی اور دنیاوی زندگی گذارنے کے لئے بہت سارے احکامات نافذ کئے گئے۔ فرایض و واجبات کی ادائیگی پر جزا اور ترک فرایض و واجبات پر سزا۔ اسی طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر جزا اور سزا کے احکامات نافذ ہوئے۔ گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی شناخت کی گئی ساتھ ساتھ توبہ و استغفار اور دیگر عبادات و ریاضات کے عوض ثواب کے درجات متعین کئے گئے۔ ہادی برحق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت

کی خاطر یہ تمام صعوبتیں برداشت کیں۔اللہ کے رسول اپنے اللہ کی کبریائی اور اللہ کے تمام تقاضوں سے پوری طرح واقف ہیں اسی لئے اپنی امت کی بخشایش کے لئے ہمہ وقت فکرمند رہتے ہیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات طیبہ میں اپنی امت کے لئے بس قربانی ہی قربانی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربان ہونے اور قربانی پیش کئے جانے کا روز اول سے یہ عالم ہے کہ آپؐ اپنے متعلق فرماتے ہیں: انا ابن الذبیحین یعنی میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ پہلا واقعہ تو یہ تھا کہ آپؐ کے جد امجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جنہیں اُن کے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی سے ذبح کر دیا مگر پھر اللہ ہی نے بچالیا۔اور دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ آپؐ کے دادا نے ایک موقع پر منت مانگی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو وہ ایک بیٹا کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ چنانچہ جب سب بیٹے جوان ہو گئے تو حضرت عبدالمطلب نے قرعہ نکالا اور جب جب نکالا،قرعہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کے نام پر نکلا۔حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے نام پر جب مطمئن ہو گئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی راہ میں قربانی دینے کے لئے ان کو لے کر جانے لگے۔مگر حضرت عبدالمطلب کے نانیہال یعنی بنونجار کے لوگ اور آپؐ کے بھائیوں کی سخت مدافعت اور مخالفت کے بعد ایک عالمہ عورت کی سفارش پر یہ حکمت عملی قرار پائی کہ ایک طرف حضرت عبداللہ ہوں گے اور دوسری طرف دس اونٹ۔پھر آسمان کی جانب تیر چلائے جائیں گے۔اگر تیر حضرت عبداللہ کی جانب گرا تو پھر دس اونٹ کا اضافہ کر تیر چلائے جائیں گے۔اور اگر تیر اونٹوں کی جانب گرا تو اتنے اونٹ ذبح کر دئے جائیں گے۔اب ہر بار تیر چلتا اور ہر بار حضرت عبداللہ ہی کی جانب یہ تیر گر جاتا۔ چنانچہ ہر بار حضرت عبدالمطلب دس اونٹوں کا اضافہ کر دیتے۔ یہاں تک کہ جب ۱۰۰اونٹ جمع ہو گئے تب اس مرتبہ تیر اونٹوں کی جانب گرا۔حضرت عبدالمطلب نے ۱۰۰اونٹ ذبح کر دئے اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کی جان بچالی۔چنانچہ رسول پاکؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰۰/اونٹوں کی قربانی پیش کی۔تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھوں سے ذبح کئے اور بقیہ ۳۷/اونٹوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے ذبح کیا۔اہل حق بہت اچھی طرح اس اشارہ کو سمجھ گئے کہ آپؐ کی حیات مبارک تریسٹھ سال ہی ہے۔سرکار دو عالمؐ کی اس تریسٹھ سالہ حیات مبارک میں ولادت سے قبل ہی پریشانیوں،صعوبتوں اور قربانیوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ولادت کے بعد بھی کبھی تھما ہی نہیں۔بچپن میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔تبلیغ دین کی خاطر ہر طرح کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر ایک یہودیہ نے آپؐ کو زہر دے دیا تھا جس کے بارے میں آپؐ فرماتے تھے کہ یہ آخری ایام حیات میں اثر انداز ہوا۔اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانیاں اپنی والدہ کی گود سے لے کر قبر کی گود تک مسلسل جاری رہیں۔قرآن واحادیث،صحابہ کرام،خلفائے راشدین،اہل بیت اطہار،تابعین وتبع تابعین اور پوری تاریخ اسلام قیامت تک کے لئے گواہ ہے کہ ہم امت مسلمہ تک دین کی رسائی،توحید و رسالت کی سمجھ اور صراط مستقیم کی فہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پناہ قربانیوں کا صلہ ہے۔اللہ خود گواہی دے رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق کو حق

کے تقاضوں کے ساتھ امت تک پہنچا دیا اور دین کے مکمل ہونے کا فریضہ ادا کیا۔اب ہادی برحق پر ہے کہ وہ وحدہ لاشریک، کسے توفیق عطا کرتا ہے اور کسے ہدایت بخشتا ہے! بہر حال اس نکتہ پر تمام کا اجماع ہے کہ اُمت مسلمہ پر آپؐ کے بے شمار احسانات ہیں۔ہمارے لئے ہمارا دین دراصل آپ ﷺ کی محنت و مشقت، مجاہدہ اور بے پناہ قربانیوں کا صلہ ہے۔لہٰذا اُمت پر بھی اس کے ایسے رسول برحق کے بھی کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں اہل ایمان کے لئے نازل تمام احکامات میں ایک ایسا حکم بھی نازل ہوا جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے جاری تمام احکامات سے مکمل طور پر امتیازی شان رکھتا ہے کیونکہ خدائے وحدہ لاشریک اس حکم میں ایک ایسے عمل کی جانب اہل ایمان سے مخاطب ہی نہیں بلکہ محرک بہ ترغیب عمل ہے کہ وہ خود بھی اس خصوصی عمل میں اپنے فرشتوں کے ساتھ شامل ہے۔حکم یہ ہے :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ : بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں،اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

یہ حکم خالق کائنات، جل جلالہ کا حکم ہے۔لہٰذا اہل حق چونکہ حق پرست ہیں، فرقہ پرست نہیں ہیں، لہٰذا وہ سمجھتے ہیں کہ اب ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ مصطفٰے جان رحمت ﷺ پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے۔اور پورے عقیدت و احترام کے ساتھ پیش کرے۔اہل حق یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنا ہر مسلمان پر اُس کے رسول برحقؐ کا حق ہے۔اپنے آقا و مولاؐ کی سیرت طیبہ پر نظر ڈالنے کے بعد ہر قلب و جگر پکار اٹھتا ہے کہ آپؐ کی توقیر و تعظیم اور آپؐ سے بے پناہ عقیدت کا فطری تقاضہ یہی ہے کہ ہم پر جو ہمارے رسولؐ کا حق عاید ہے اسے از راہ محبت، از راہ عقیدت اور از راہ احترام ادا کیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ اہل حق اور صاحبان ذکر اس حکم کو صرف حکم ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک عاشق مصطفٰے کا امتحان عشق تصور کرتے ہیں کیونکہ حکم الٰہی وہ ہے جسے ماننے پر جزا ہے اور نہ ماننے پر سزا۔مگر اس حکم کے نہ ماننے پر کہیں کسی کتاب میں سزا کا ذکر نہیں ہے۔سبب واضح ہے کہ یہ محبان رسولؐ کے لئے ان کے عشق کا امتحان ہے۔خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ اُمت رسول اپنے رسول سے کس قدر محبت کرتی ہے اس لئے کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ پر خشوع و خضوع کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے لئے بس ایک ہی پیمانہ ہے اور وہ پیمانہ ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام ❖ شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

اب متذکرہ تفصیلات کی روشنی میں قرآن شریف کی یہ آیت دیکھئے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ بات مکمل طور پر واضح ہوگئی کہ مصطفٰے جان رحمت ﷺ کی حیات طیبہ ہی وہ حیات طیبہ ہے جو قیامت تک کے لئے تمام

بنی نوع انسان کے واسطے اسوہ اور نمونہ عمل ہے اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں ہی اللہ رب العزت نے ہمارے لئے ہدایت اور کامیابی رکھی ہے۔ چنانچہ مشمولات بالا کے پیش نظر اب کلام تفہیم یہ ہے کہ اولیائے کرام نے شریعت وطریقت کی تعلیم و تربیت کے واسطے اپنے سلاسل میں مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کو چشمۂ رحمت اور منبع فیض تسلیم کیا ہے اور ''مدح رسولؐ اور عشق رسالت پناہی'' کو اپنے اشغال کا ایک اہم جزو قرار دیا ہے۔ عزت و احترام، توقیر وتعظیم اور عقیدت کا تقاضہ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں حقوق اللہ کی ادائیگی ہم پر فرض ہے تو حقوق رسول اللہ کی ادائیگی بھی ہم پر واجب ہے۔ چنانچہ خانقاہ عالم پناہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف کے پانچویں صاحب سجادہ پیر ومرشد حضرت مصباح الطالبین، شیخ الاسلام مولانا سید شاہ علی حبیب نصرؔ قادری پھلواروی قدس سرہ نے ''عشق رسالت پناہی'' میں جس طرح ڈوب کر مدح سرائی کی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپؒ فرماتے ہیں :

زباطن من ندا بر آمد بطالبان رسول برگو ❖ بیا بسویم بیا بسویم انا محمد انا محمد

حضرت مصباح الطالبین شیخ الاسلام مولانا سید شاہ علی حبیب نصرؔ قادری پھلواروی قدس سرہ کی یہ آواز اُن کے علم وآگہی اور معرفت کی بنا پر اُن کے دل کی آواز ہے۔ یہ آواز دراصل پیر ومرشد کے باطن کی وہ اضطرابی کیفیت ہے جو عاشقان مصطفیٰؐ بالخصوص اہل طریقت اور خصوصاً سلسلہ قادریہ قمیصیہ وارثیہ کے متوسلین کی تعلیم وتربیت اور اُن کے اشغال کا ماخذ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت مصباح الطالبین شیخ الاسلام مولانا سید شاہ علی حبیب نصرؔ قادری پھلواروی قدس سرہ کی عشق رسولؐ میں ڈوبی یہ پوری غزل جو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کی جارہی ہے وہ رسول اکرم ﷺ سے والہانہ وابستگی کے پیش نظر کس اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہے: غزل ملاحظہ کیجئے :

زخویش رفتم چنانکہ گویم انا محمد انا محمد ❖ چو لوح دل از دوئی بشویم انا محمد انا محمد

زنور او شد وجود بودم ظہور او شد ہمہ نمودم ❖ سزد کہ گوید چو جملہ اویم انا محمد انا محمد

زباطن من ندا بر آمد بطالبان رسول برگو ❖ بیا بسویم بیا بسویم انا محمد انا محمد

جمال پاک حسن بمن بیں جلال روئے علی نگہ کن ❖ درود برخواں تو روبرویم انا محمد انا محمد

چو نصرؔ درخود نظر نمودم ہمہ جمال رخش نمودم ❖ چو خوئے اوگشت جملہ خویم انا محمد انا محمد

شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی مدظلہ العالی نے اس غزل کی بہت خوب تشریح کی ہے۔ فرماتے ہیں :

''میں (ان کی ذات میں فنا ہو کر) اپنے آپ سے ایسا گذر چکا ہوں کہ کہتا ہوں ''میں محمد ہوں، میں محمد ہوں'' ﷺ، جب میں اپنے دل سے دوئی کا نقش دھوڈالتا ہوں تو میں محمد ہوں میں محمد ہوں ﷺ۔ ان ہی کے نور سے میرا عدم وجود ہے، ان ہی کا ظہور (معنوی) میرا سراپا ہے، تو اب یہ کہنے کا حق ہے کہ جب میری ذات مکمل ان ہی کی ذات ٹھہری تو میں محمد ہوں میں محمد ہوں ﷺ۔ میرے اندر سے یہ آواز آئی کہ رسول کے چاہنے والوں سے کہہ دو کہ میری طرف آئیں، میں محمد ہوں، میں محمد ہوں ﷺ۔ حسن کا پاکیزہ حسن مجھ میں دیکھو، علی کا رعب وجلال مجھ میں مشاہدہ کرو، میرے روبرو درود پڑھو،

میں محمد ہوں، میں محمد ہوں ﷺ ۔نصر! جب میں نے اپنی ذات پر نظر ڈالی تو ان کے جمال رخ کا خود میں ظہور پایا، جب میں ان کی سیرت وعادت میں پورے طور پر ڈھل گیا تو میں محمد ہوں، میں محمد ہوں ﷺ‘‘۔

شارح نے مزید وضاحت کرتے ہوئے متوسلین کو راہ سلوک پر لے جانے کی سعی کی ہے، فرماتے ہیں :

’’ان اشعار میں شاعر گرامی قدر نے ذات رسالت ﷺ میں فنایت کا اظہار کیا ہے، یہاں لفظ ’’انا محمد‘‘ سے ذات رسالت میں حلول نہیں سمجھنا چاہیے، یہ مضمون اُس حدیث قدسی کے انداز میں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ میں بندے کا ہاتھ پاؤں، سماعت و بصارت بن جاتا ہوں، جب وہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب تر ہوتا ہے، مزید یہ کہ ان اشعار میں برزخ نبویؐ کی ایک تعلیم کی طرف بھی اشارہ ہے، جو سلسلہ قادریہ قمیصیہ وارثیہ کے اشغال میں شامل ہے‘‘۔

سرم شوریدۂ روئے محمدؐ ❖ دلم آشفتۂ موئے محمدؐ

حواشی :

(۱) قرآن شریف۔

(۲) احادیث قدسیہ۔

(۳) الرحیق المختوم: مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری۔

(۴) سیرت النبیؐ مع سیرت نگار: عین الحق۔

(۵) نغمات الانس فی مجالس القدس: شاہ ہلال احمد قادری۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ’’المجیب‘‘ کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تاکہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

پانچویں قسط

منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی
(چند دن دیارحرم میں)

● وارث ریاضی—— کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

مکہ مکرمہ :

یہ وہی مکہ مکرمہ ہے، جہاں آج سے تقریباً چار ہزار چار سو سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے شیرخوار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اپنی اہلیہ محترمہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو لا کر بسایا تھا اور انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی :

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ۝

——(ابراہیم، آیت: ۳۷)

ترجمہ : پروردگار! میں نے بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے، پروردگار! یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ نماز قائم کریں، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور ان کو کھانے کے لیے پھل دے، شاید کہ یہ شکرگزار بنیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کرلی، چنانچہ ان کے صاجزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسلیں مکے میں آباد ہوکر قرب وجوار میں پھیل گئیں، مکہ مکرمہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں قریش کے خاندان میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۵۷۱ھ میں پیدا ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عہدۂ نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

یہی وہ شہر مکہ ہے جہاں روئے زمین کا سب سے محترم عالی شان کعبۂ مشرفہ ہے، جس کی تعمیر جدید حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی، جو صدیوں سے پورے جلال وجمال اور شان وشوکت کے ساتھ مرکزِ ایمان ویقین اور جلوہ زارعرفان وآگہی ہے۔

یہ وہی مکۂ محترمہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ’’جائے امن‘‘ قرار دیا ہے، چنانچہ یہاں جنگ وجدال کرنا، یہاں کے پیڑ پودوں کو اکھاڑنا، یا کاٹنا، یہاں کے جانوروں کا شکار کرنا ناجائز ہے، بلکہ یہاں مسلح ہو کر آنا بھی ممنوع ہے۔

یہ وہی معزز شہر ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن عزیز کا نزول شروع ہوا اور یہاں قرآن حکیم کی ۸۲؍ سورتیں نازل ہوئیں ___ (۵۹)

یہی وہ شہر مکرم ہے، جس کی حرمت کی قسم اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ (سورۂ بلد اور سورہ تین میں) کھائی ہے۔

یہی وہ شہر مبارک ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا شرف حاصل ہوا، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے دربار میں حاضری کی عزت بخشی، وہ شہر معظم ہے، جس کی حدود حرم میں ایک نماز کا اجر وثواب ایک لاکھ گنا ہے، یہی وہ شہر معزز ہے، جس میں قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، یہی وہ شہر مقدس ہے، جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، خطائیں معاف ہوتی ہیں اور گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور آدمی نومولود بچے کی طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

یہی وہ مکہ مکرمہ ہے، جہاں ہر سال لوگوں کی تعداد میں مسلمان دنیا کے ہر ہر گوشے سے کشاں کشاں مناسک حج کی ادائیگی کے لیے آتے ہیں، اور عمرہ کرنے والوں کا تو (عید الفطر اور ایام تشریق کے سوا) سال بھر ہجوم رہتا ہے۔

یہ وہی عدیم النظیر شہر ہے، جو قرب قیامت کے وقت فتنوں سے محفوظ رہے گا اور یہاں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔ (۶۰)

مکہ مکرمہ کا محل وقوع بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہ رقم طراز ہیں :

’’مکہ مکرمہ وادی ابراہیم میں واقع ہے، سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سوفٹ بتائی جاتی ہے، اس کا عرض البلد ۲۱؍ درجہ شمالی اور طول البلد تقریباً ساڑھے انتیس درجہ مشرقی ہے، ساحل سمندر سے تقریباً ۷۵؍ کیلومیٹر مشرق میں واقع ہے، بکّہ، مکہ، ام القریٰ اور البلد الامین اس کے نام ہیں، یہ جس وادی میں ہے، وہ پتھریلی اور تنگ وادی ہے، اس میں ’’شہر مکہ‘‘ مشرق سے مغرب تک تقریباً کئی میل میں پھیلا ہوا ہے، شہر کا عرض بھی دو میل کا ہے، اس کی وادی ’’ابطح‘‘ اور ’’بطحا‘‘ بھی کہی جاتی ہے‘‘ ___ (۶۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں از سر نو تعمیر کا ذکر اور قبیلہ قریش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی بات کرتے ہوئے مولانا سید محمد رابع ندوی لکھتے ہیں :

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے ۵۳؍ سال یہیں گزارے، کعبہ کی وجہ سے مکہ کی تعظیم اور احترام سارے جزیرۃ العرب میں یکساں طریقہ سے برابر کیا جاتا رہا ہے، تمام عرب اسلام سے ڈھائی ہزار (سال) قبل سے کعبہ کا طواف اور زیارت کرتے رہے ہیں‘‘ ___ (۶۲)

ناچیز ۲۰؍ ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ (۱۳؍ اگست ۲۰۱۷ء) کی رات میں مکہ مکرمہ پہنچا تھا، سامان کا انتظام کرنے کے بعد عمرہ کرنے کی فکر ہوئی۔

ناچیز کے ایک فاضل دوست جناب مولانا حبیب الرحمن قاسمی صاحب (مغربی چمپارن بہار) جو ناچیز سے چار دن پہلے مکہ مکرمہ پہنچے تھے، ان سے مدینے میں ملاقات نہیں ہوسکی تھی، وہ جس دن مدینے سے مکے کے لیے روانہ ہورہے تھے، اسی روز ان سے فون پر رابطہ ہوا، میں نے ان کو بتادیا تھا کہ میں ۱۳؍اگست کوکسی وقت بھی مکہ مکرمہ پہنچ سکتا ہوں۔

مکہ مکرمہ میں عزیزیہ کی بلڈنگ نمبر ۲۶ میں پانچویں منزل پر مولانا حبیب الرحمن قاسمی صاحب کا قیام تھا، ناچیز کو بھی عزیزیہ ہی میں بلڈنگ نمبر ۴۵؍کی دوسری منزل پر جگہ ملی تھی، مولانا حبیب صاحب کو جب ناچیز نے اپنی آمد کی اطلاع دی تو وہ ناچیز کے روم نمبر ۲۰۲؍میں تشریف لائے اور علیک سلیک کے بعد فرمایا کہ آپ مسجد حرام چلیے کہ آپ کو عمرہ کرادوں۔

بلڈنگ نمبر ۴۵؍کے سامنے ایک نمبر کی بس عازمین حج کو مسجد حرام لے جانے کے لیے ہمیشہ کھڑی رہتی تھی، ایک بس چلی جاتی تو بلا تاخیر اسی نمبر کی بس وہاں پہنچ جاتی، ہم دونوں بس میں سوار ہوکر مسجد حرام کو روانہ ہوگئے، وہ بس تقریباً ۷؍کیلومیٹر کے فاصلے پر ایک بس اسٹینڈ پر رک گئی، ہم دوسری بس پر سوار ہوکر مسجد حرام کے پاس پہنچے اور عمرہ کرنے کے لیے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

عمرہ :

اس کے لغوی معنی زیارت کے آتے ہیں، لیکن اصطلاح شریعت میں مخصوص طریقے سے خانۂ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کا نام عمرہ ہے۔

امام شافعیؒ (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) کے نزدیک استطاعت کی صورت میں حج کی طرح عمر میں ایک بار عمرہ کرنا فرض عین ہے، لیکن امام ابوحنیفہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) اور امام مالک (۹۵ھ-۱۷۹ھ) کے نزدیک عمر میں ایک بار عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

امام شافعیؒ وغیرہ قرآن حکیم کی آیت : وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط (البقرہ: ۱۹۴) سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جملہ شرائط وارکان کے ساتھ حج اور عمرہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا اس آیت سے حج کی فرضیت کے ساتھ عمرے کی فرضیت بھی ثابت ہوئی۔ (۶۳)

آیت بالا کے علاوہ امام شافعیؒ کی طرف سے فرضیت عمرہ کے سلسلے میں حاکم مستدرک اور دار قطنی کے حوالے سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے :

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الحج والعمرة فریضتان، لایضرك بایهما بدأت"۔ (۶۴)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں، ان دونوں میں سے کسی سے بھی ابتدا کی جائے کوئی حرج نہیں۔

حاکمؒ یعنی محمد بن عبداللہ نیشاپوری (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ) نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں اسماعیل بن مسلم ضعیف رواہی ہیں، امام بخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) نے ان کو منکر حدیث میں شمار کیا ہے، اور امام احمد بن حنبلؒ تو اسماعیل بن مسلم مکی سے کوئی حدیث روایت ہی نہیں کرتے۔۔۔(۶۵)

امام شافعیؒ کے استدلال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (۶۱۳ء-۶۷۷ء) کی یہ روایت بھی پیش کی گئی ہے :

"عن عائشة رضی الله عنها قالت: قلت : یارسول الله! علی النساء جهاد؟ قال: نعم، علیهن جهاد لاقتال فیه، الحج والعمرة۔" رواہ ابن ماجه"۔۔(٦٦)

ترجمہ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، عورتوں پر وہ جہاد ہے، جس میں جنگ و جدال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے۔اس روایت کو ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت سے حج کے ساتھ عمرے کا فرض ہونا ثابت نہیں، کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت :

"الحج فریضة والعمرة تطوع"۔۔(٦٧)

ترجمہ : حج فرض ہے اور عمرہ سنت ہے۔

کے پیش نظر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت: "علیهن جهاد، لاقتال فیه، الحج والعمرة۔" میں لفظ "علیهن" میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اگر اس کی نسبت حج کی طرف ہو تو اس کا مقتضا وجوب ہو (جسے امام شافعی فرض کہتے ہیں) اور اگر عمرے کی طرف اس کی نسبت ہو تو اس کا مقتضا تطوع (سنت) ہو۔۔۔(۶۸) لہٰذا قطعی طور پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حج کی طرح عمرہ بھی فرض ہے۔

علاوہ ازیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے :

"وعن عائشة رضی الله عنها قالت: استاذنت النبی صلی الله علیه وسلم فی الجهاد، فقال: جهادکن الحج۔" متفق علیه"۔۔(٦٩)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عورتوں کا جہاد حج ہے، اس حدیث کی امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔

بہرطور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک حج فرض ہے اور عمرہ سنت ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، بلکہ جمہور علما کے نزدیک حج کی فرضیت ہجرت کے تیسرے یعنی غزوۂ احد کے سال قرآن حکیم کی اس آیت : وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ

الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران:۹۷) سے ہوئی۔

آیت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو استطاعت دی ہو، ان پر فرض ہے کہ وہ ''بیت اللہ'' کا حج کریں۔

امام شافعیؒ کا قرآن حکیم کی آیت :

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط — (البقرہ، آیت:۱۹۶)

ترجمہ : اللہ کی خوش نودی کے لیے جب حج اور عمرے کی نیت کرو، تو اسے پورا کرو۔

حج کی طرح عمرے کی فرضیت پر استدلال کرنا محل نظر ہے، کیوں کہ یہ آیت حدیبیہ کے موقع پر ۶ھ میں نازل ہوئی، حج ۳ھ میں فرض ہو چکا تھا، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے، اس آیت میں دراصل یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ جب حج اور عمرے کی نیت کر کے اعمال شروع کر دیئے جائیں، تو ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے۔

—(جاری)

مآخذ اور حواشی :

(۵۹) جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ادارہ رشیدیہ دیوبند، ص:۲۰۔

(۶۰) ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی تاریخ مکہ مکرمہ مطابع الرشید المدینۃ المنورۃ، ص: ۷ تا ۱۲۔

(۶۱) حضرت مولانا سید رابع ندوی، جزیرۃ العرب، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، ص:۲۲۲۔

(۶۲) حوالہ بالا، ص: ۲۲۴۔

(۶۳) عبد الرحمن جزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ الجزء الاول، مکتبۃ العصریۃ بیروت، ص:۳۷۹۔

(۶۴) علامہ ابن الھمام، فتح القدیر الجلد الثالث دار الفکر بیروت، ص:۱۴۰۔

(۶۵) حوالہ بالا، ص:۱۴۰۔

(۶۶) محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی مشکاۃ المصابیح الجزء الثانی دار الفکر بیروت، ص:۷۷، حدیث نمبر:۲۵۴۳، ابن ماجہ جلد:۲، ص:۱۹۹۸۔

(۶۷) علامہ ابن الھمام، فتح القدیر الجلد الثالث دار الفکر بیروت، ص:۱۴۰۔

(۶۸) عبد الرحمن جزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ الجزء الاول، مکتبۃ العصریۃ بیروت، ص:۳۷۹۔

(۶۹) محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی مشکاۃ المصابیح الجزء الثانی دار الفکر بیروت، ص:۷۴، حدیث نمبر:۲۵۱۴۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

● مولانا محمد شفیع اللہ سہسرامیؒ ــــ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف، پٹنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ خرق عادات اور معجزات کا مظہر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زندگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی و کامرانی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین ومذہب کی افادیت و برتری اور قیامت تک کے لیے ہر دور میں انسانی طبائع کے ساتھ اس کی مطابقت و ہم آہنگی، قرآن مجید کا بے مثل و بے نظیر ہونا، واقعۂ معراج اور شق صدر، استُن حنانہ اور واقعۂ شق القمر وغیرہ صدہا عظیم الشان معجزات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور پذیر ہوئے، جن کی صداقت پر مشاہدہ کرنے والے ہزاروں عادل و متقی، دانائے روزگار عقلمند انسان شاہد وگواہ ہیں، بہ قول علامہ ابن تیمیہ ایک ہزار سے زائد معجزات ایسے ہیں جو براہ راست آپ کے دست مبارک سے صدور فرما ہوئے اور آپ کی وفات کے بعد آج تک آپ کے جتنے معجزات کثیرہ ظہور پذیر ہوئے اور آئندہ قیامت تک بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بینات ظہور فرما ہوتے رہیں گے، ان کا احصاو شمار کرنا انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے جو کرامتیں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام رضی اللہ عنہم اور دیگر مومنین صالحین رحمہم اللہ کے ہاتھوں ظاہر ہوئیں اور آئندہ بھی قیامت تک ایسے جتنے مافوق الفطرۃ واقعات وکرامات کا صدور ہوتا رہے گا، وہ سب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی معجزات باہرات میں محسوب و شامل ہوں گے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و حقانیت پر دائمی شہادت دیتے رہیں گے، ذیل کا واقعہ انہیں لاتعداد ولاتحصی معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، جس کا تعلق حضرت قتادہ صحابی رضی اللہ عنہ سے ہے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر انصاری صحابی ہیں۔ غزوۂ بدر، احد، خندق وغیرہ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے، بہت بڑے شجاع، جنگ آزمودہ جری اور نڈر تھے، دشمنوں کی صف میں تنہا گھس جانے میں بڑے ہی تہور سے کام لیتے تھے، بڑے سے بڑے شہ زور دشمن اسلام کو بھی پچھاڑ دینے میں کمال رکھتے تھے، کوئی دشمن ان کے وار سے بچ کر نہیں جاسکتا تھا، آپ کے والد ماجد کا نام نعمان بن زید انصاری ہے۔

غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں کی غلطیوں کی وجہ سے عام مسلمانوں میں سخت انتشار پیدا ہوگیا تھا، دوسرے جانباز اور

بہادر مسلمانوں کے پاؤں بھی اکھڑ چکے تھے، معرکہ کا راز مسلمانوں کی اس غلطی کے باعث ہاتھوں سے نکلا جارہا تھا، بظاہر کفار کا غلبہ و فتح یابی دکھائی دینے لگی تھی، لیکن اسی ابتری اور انتشار کی نازک حالت کو دیکھ کر صدہا بہادر اور شجاع مسلمان ایسے بھی تھے جو بڑی ہوشمندی و جرأت سے دشمنوں کو پیچھے ڈھکیلنے میں سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے، جن کی جان توڑ کوششوں سے مضطرب و منتشر مسلمانوں کے حوصلے بلند ہونے شروع ہوئے، یہاں تک کہ دوبارہ ان کے پاؤں جمے اور انہوں نے لڑائی کا رخ بدل دیا، انہیں دلیر اور جری سپاہیوں میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، جن کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی جنبش نہ ہوئی اور وہ آخر وقت تک اسلام کی بقا و تحفظ کے لیے بڑی پامردی کے ساتھ دشمنان اسلام کا مقابلہ کرتے رہے، بار بار دشمنوں کے نرغے میں گھس کر داد شجاعت و بسالت دے رہے تھے، اثنائے جنگ میں آپ شدید طور پر زخمی ہوگئے، یہاں تک کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر ایسی کاری ضرب لگی کہ ایک آنکھ کا ڈھیلہ حلقۂ چشم سے باہر نکل کر ان کے رخسار پر لٹک گیا۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کی یہ شدید ترین تکلیف دیکھی نہیں جارہی تھی، نہایت اضطراب و بے چینی کی حالت کبھی کچھ ارادہ کر رہے تھے، کبھی کچھ اور کبھی یہ خیال آرہا تھا کہ ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو کاٹ کر علاحدہ ہی کر دینا چاہیے، لیکن ابھی اس ارادہ کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچایا تھا کہ تمام صحابۂ کرام کی رائے یہ طے پاگئی کہ اس حادثۂ عظیمہ کی اطلاع آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں ضرور دینی چاہیے، بہت ممکن ہے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی سے آنحضرت ﷺ متوجہ ہوں اور آپ ﷺ کی رافت و شفقت سے ان کو اس ناقابل برداشت تکلیف سے نجات مل جائے۔

چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو لے کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ اس حادثہ فاجعہ کو مشاہدہ فرما کر بہت ہی دردمند ہوئے، آپ ﷺ نے تسلی دی اور خدا کی راہ میں مصائب و آلام کے برداشت کرنے پر اجر و ثواب کی بشارت دی اور فوراً ہی ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا کہ اے قتادہ! اگر تم صبر کرو گے تو تم کو خداوند قدوس اس کی جزا میں جنت الفردوس کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا، اور اگر تمہاری خواہش ہو تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس آنکھ کو حلقۂ چشم میں واپس لوٹا دوں، اور تم صحت مند ہو جاؤ، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ غایت مسرت و خوشی میں اچھل پڑے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! ﷺ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بہشت بریں اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا مجموعہ ہے، اس کی تمنا ہر ایک مسلمان کے دل میں موجزن ہوتی ہے، مجھے بھی جنت کی بیش بہا نعمتوں سے بہرہ یاب ہونے کی بے حد تمنا و آرزو ہے، لیکن میری مزید گذارش یہ ہے کہ میں ایسا شخص ہوں کہ ابھی ابھی میری شادی ہوئی ہے اور مجھے اپنی بیوی سے بے حد انس و محبت ہے، ایسی حالت میں اگر وہ مجھے آنکھوں کا عیب دار یا کانا دیکھ لے گی تو اندیشہ ہے کہ حقیر سمجھ کر مجھے نظر انداز کر دے گی، اس لیے للہ مجھ ناچیز پر کرم و نوازش فرمائیے اور اپنے حیات بخش دست مبارک سے میری آنکھ کو بدستور سابق اپنی جگہ پر لوٹا دیجئے، تاکہ میں صحت یاب ہو کر خوش و خرم اپنے گھر جا سکوں اور اپنی بیوی کے ساتھ خوشگوار

زندگی بسر کرتے ہوئے اسلام کی بقاوترقی کے لیے اپنی خدمات پیش کرسکوں اور ساتھ ہی یہ بھی میری التجاہے کہ جنت کی نعمتوں سے بہرہ یاب ومفتخر ہونے کے لیےبھی دعافرمائی جائے۔

آنحضرت ﷺ نے انتہائی شفقت ومہربانی سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی اس والہانہ ودردمندانہ استدعا کو قبول فرمالیااور اپنے حیات بخش ہاتھوں سے ان کی آنکھ کے ڈھیلہ کو اس کے چشم خانہ میں رکھ دیااور ہتھیلی مبارک سے اس کو بند فرمادیا،اوراللہ تعالیٰ سے دعافرمائی کہ اے اللہ! تو اس کے حسن وجمال کو باقی رکھ اور جنت میں اس کو مرتبہ عالیہ عطافرما۔

آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کا یہ ادنیٰ معجزہ تھا جو ظہور پذیر ہوا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ بدستور اپنی اصل جگہ پر قائم ہوگئی اور اس کی بصارت وروشنی بہ دستورلوٹ آئی اوران کی آنکھوں کی ساخت اور بناوٹ کے حسن وجمال میں بھی کسی قسم کا فرق نہیں آیا، بلکہ مزید برآں یہ ہوا کہ اس میں روشنی جاذبیت وکشش اور رونق پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی اوران کی آنکھ کا یہ حسن وجمال صرف چندروز کے لیے بحال نہیں ہوا، بلکہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آخری زندگی تک وہ جاذبیت وکشش وحسن وجمال باقی رہی اوران کی صحتیابی کا یہ عالم رہا کہ پھر کبھی ان کی آنکھوں میں معمولی سی تکلیف بھی نہ ہوئی، حالاں کہ اس معجزہ کے بعد تقریباً بائیس سال تک حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔

ابومعشر سندیؒ کا بیان ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے،تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ تو اس شخص نے جواب میں اپنے تعارف کے لیے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

انا ابن الذی سالت علی الخدعینه ❖ فرد بکف المصطفیٰ احسن الرد
فعادت لما کانت لاول امرها ❖ فبا حسن ما عین و باحسن مارد

یعنی میں اس عظیم المرتبت صحابی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں، جن کی آنکھ حلقہ چشم سے نکل کر ان کے گالوں پر لٹک آئی تھی اور وہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے اپنی اصلی جگہ پر واپس قائم ہوگئی، اوراس میں پہلے سے بھی زیادہ روشنی اورحسن وجمال پیدا ہوگیا، وہ مقدس ہستی کتنی رفیع المرتبت تھی، جن کے حیات بخش ہاتھوں کی برکت سے یہ زبردست معجزہ ظہور پذیر ہوا ﷺ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیس بائیس سال بعد ۶۵ ؍سال کی عمر میں بعہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں وفات پائی، ان کے جنازہ کی نماز خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اوران کی قبر میں ان کے علاقائی بھائی حضرت ابوسعید خدریؓ اترے اور مسلمانوں کے عام قبرستان میں مدفون ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوعنہ۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● مولانا شبنم کمالی مظفرپوریؒ

مرحبا جشن بہاراں کا مہینہ آیا ❖ لے کے دامن میں مسرت کا خزینہ آیا
افق مکہ سے خورشید رسالت نکلا ❖ جلوہ فرمائی کو وہ بڑھ کے مدینہ آیا

آفتاب عالم تاب اپنی ضیاؤں سے کائنات کو منورتو ضرور کررہا تھا،لیکن دلوں کی دنیا تاریک تھی،کفروشرک کی طاغوتی محفلیں اوج شباب پر تھیں،لیکن بزم حقانی کا روئے زمین پر کہیں نام ونشان بھی نظرنہیں آتا تھا،آسمانِ رسالت ونبوت کے درخشندہ ستارے انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے مطلع فلک پر جلوہ گرہوچکے تھے،لیکن ضلالت و جہالت کی تاریکی حسب قدیم باقی تھی، یہاں تک کہ چرخ رسالت کا آخری ستارہ بھی حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی شکل میں افق عالم پر اپنی تابانی و درخشانی کا کمال دکھاچکا تھا، یہ آخری ستارہ جسے صبح کا تارا کہئے اپنے انداز خاص سے اس امر کی بشارت بھی دے چکا تھا کہ لادینی وگمراہی کی یہ تاریک رات جلد ہی ختم ہونے والی ہے، پھر آفتاب رسالت صبح صادق کے جمال دل نشیں کی تجلیات پیش کرنے کے بعد مطلع عالم پر جلوہ گرہونے والا ہے، یہ وہی نیر اعظم ہے جس کی تجلیوں نے پس پردہ بھی اجسام ارضی و اجرام فلکی کو منور و درخشاں کیا ہے، اسی کی ضیاباریوں سے آسمان رسالت کے نجوم وکواکب بہ انداز حسن وبہ انواع دیگر اہل عالم کی چشم ظاہر کے سامنے تاباں اور روشن ہوئے۔

صبح کا روشن ستارہ عالم انسانی کو یہ مژدہ جانفزا تو ضرور سنا چکا تھا،لیکن مہر رسالت کی جلوہ ارزانی میں ابھی کچھ دیر تھی اور یہاں یہ عالم تھا کہ رات کی تاریکی پہلے سے بھی زیادہ بڑھ چکی تھی ، بلکہ اس گھنگھور گھٹا کے اندھیرے میں امتیاز خیر وشر بھی ممکن نہ تھا، ایک قدم بھی آگے بڑھانا محال تھا، غرض عجیب کش مکش کی حالت تھی،لیکن یہ بھی بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ کوئی بات قیاس کے خلاف نہ تھی ، کیوں کہ صبح کاذب کے بعد کی تاریکی بھی رات کی گھنگھور تاریکی سے کم نہیں ہوتی ہے اور صبح کے مقدس ستارہ کا پیغام بھی اپنی جگہ درست تھا کہ میرے بعد ہی آفتاب رسالت جلوہ گرہونے والا ہے، صبح کاذب ہی کو جن لوگوں نے صبح صادق سمجھ لیا تھا، وہ صریح دھوکے میں تھے، کیوں کہ صبح کاذب کی تاریکی ختم ہوئی اور صبح صادق کا ظہور ہوا۔

اس حکمت الٰہی پر جان و دل صدقے اس مشیت ایزدی پر تن من دھن قربان کہ وہ ذات گرامی جس کی ولادت باسعادت ہی عالم انسانیت کی شب تاریک کے لیے صبح صادق کے مثل ہے، اس بزم امکاں میں اس کی تشریف آوری بھی صبح صادق کے وقت ہوئی، یہ وہ مبارک ساعت ہے جب ظلمت شب راہ فرار اختیار کرتی ہے اور روز روشن اپنا نورانی جھنڈا لہراتا ہوا شاہانہ انداز سے سامنے آتا ہے، ایسی مقدس گھڑی میں سرکار دوعالم ﷺ کا اس خاکدان عالم کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازنا اہل بصیرت کو یہ درس دے رہا تھا کہ اب کفر وضلالت کی تاریکیاں دور ہوں گی، اور وحدانیت الٰہی واقرار رسالت کے انوار سے روئے زمین منور اور مشرف ہوگی۔

وہ مقدس ذات جس کا وجود مسعود عرب کی سرزمین پر صبح صادق کے وقت ہوا، وہی ذات آفتاب رسالت تھی اور وہی ہستی مہر نبوت تھی، جس طرح آپ ﷺ کے فیضان انوار سے آفتاب عالمتاب دنیا کو روشن کر رہا تھا اور ماہ ونجوم اپنی چاندنی وتابانی سے اہل عالم کی رہبری و رہنمائی کر رہے تھے، اسی طرح انبیائے کرام ومرسلین عظام بھی فیضان رسالت مآب ﷺ ہی کے انوار سے قلوب انسانی کو روشن کرنے میں مشغول تھے، صاحب قصیدہ بردہ نے کیا خوب فرمایا ہے :

وکل اٰئی اتی الرسل الکریم بھا ❖ فانما اتصلت من نورہ بھم

وہ تمام معجزے جن کو انبیائے کرام علیہم السلام لے کر دنیا میں تشریف لائے، بے شک وہ معجزے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ حضور ﷺ ہی کے نور سے متصل ہوئے۔

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا ❖ یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

اس لیے کہ حضور ﷺ فضیلت کے آفتاب ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اس آفتاب کے ستارے ہیں، ستارے آفتاب ہی کی روشنی کو لوگوں کے لیے تاریکی میں ظاہر کرتے ہیں۔

علم ہیئت اور جغرافیہ کا جاننے والا ہر شخص اس بات سے بہ خوبی واقف ہے کہ چاند ستارے جو رات میں آسمان پر جگمگاتے نظر آتے ہیں، ان کی روشنی اپنی نہیں، بلکہ وہ تو آفتاب ہی کی روشنی ہے، آفتاب اگرچہ غروب ہو جاتا ہے، لیکن وہ پوشیدہ ہو کر بھی اپنے فیضان انوار سے چاند ستاروں کو منور کرتا ہے، اس طرح وہ چاند تاروں کے ذریعہ دنیا والوں سے ایک تعلق خاص رکھتا ہے، اس مثال سے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس وقت آفتاب رسالت اہل علم کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا، عالم انوار کی منزلیں طے کر رہا تھا، اس وقت چرخ رسالت کے ستاروں کو اپنی ضیاباریوں سے منور ومشرف کر رہا تھا اور ان مقدس ستاروں کے ذریعہ دنیا والوں سے انہیں تعلق خاص تھا، اس طرح کہ وہ مقدس ستارے یعنی انبیائے کرام علیہم السلام اسی آفتاب نبوت کی روشنی کو اہل علم کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

اہل ہیئت اور جغرافیہ داں حضرات اس بات سے بھی اچھی طرح آشنا ہیں کہ جس طرح اعلیٰ طاقت کا بجلی کا بلب اگر

روشن ہوتو اس کے سامنے ایک مٹی کا چراغ روشن ہونے کے باوجود بھی روشن نظر نہیں آتا، اسی طرح ستارے ڈوبتے نہیں، بلکہ آفتاب کی روشنی ان پر حاوی ہو جاتی ہے اور وہ اس روشنی میں دکھائی نہیں دیتے۔ اس مثال کو سمجھ لینے کے بعد اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی اشکال نہیں، اور یہ عین حقیقت ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی وفات عارضی ہے، وہ زندہ ہیں یعنی آسمان نبوت کے ستارے ڈوبے نہیں، وہ موجود ہیں، عالم انوار کی منزلیں طے کرنے کے بعد عالم اجساد کی منزلیں بھی طے کرلیں، لیکن ہم تو انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات مقدسہ کے قائل ہیں، پھر حضور سراپا نور ﷺ کی حیات طیبہ کا کیا کہنا، ایسے عالم میں کوئی ستارا نظر آئے تو کس طرح، کیوں کہ آفتاب رسالت ﷺ جب سے مطلع عالم پر جلوہ گر ہوا، جلوہ فرما ہے اور رہے گا۔

ماہ ربیع الاول کی ۱۲رویں تاریخ اہل اسلام کے نزدیک جن مراتب و درجات کی حامل ہے، سچ مانیے، کوئی بھی تاریخ اتنی اہم نہیں، کیوں کہ ہادیٔ عالم، رحمتِ مجسم، سرورکائنات محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی برکتوں سے یہ روئے زمین اسی دن مالامال ہوئی، یہی وہ مقدس تاریخ ہے، جس میں آفتاب رسالت ﷺ افق مکہ پر طلوع ہوا، جس کی ضیاباریوں سے دلوں کی دنیا منور اور درخشاں ہوگئی، یہی وہ لائق تعظیم دن ہے، جس دن خالق کائنات کا محبوب ترین بندہ جسے محبوب اور محب دونوں کا درجۂ عظیم حاصل ہے، بشیر ونذیر اور سراج منیر کی صورت میں بزم گیتی میں رونق افروز ہوا، یہی وہ مقدس ہستی ہے جس کے سر اقدس پر رفعت وعظمت کا تاج زریں ہے، حضور سراپا نور ﷺ کی مقدس تعلیم سے ہم نے خدا کو جانا، اسلام کو پہچانا، ارکان اسلام سے واقفیت ہوئی، قرآن کریم ملا، اس کے احکام سے آشنا ہوئے، رمضان شریف کا مہینہ ہو یا شب قدر، عید الاضحیٰ ہو یا عید الفطر، یہ تمام نعمتیں حضور ہی کے صدقے ملیں، پھر حضور کی ولادت مقدسہ کا دن ہم مسلمانوں کے لیے عموماً اور عاشقان پاک طینت کے لیے خصوصاً عید سعید کیوں نہ ہو، اس لیے کہ تمام خوشیوں کی جان اور مسرت وشادمانی کی روح تو آقائے نامدار ﷺ کی ذات گرامی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل دل اس مقدس تاریخ میں جشن عید مناتے ہیں اور حضور ﷺ کے ذکر سراپا خیر کی محفلیں منعقد کرتے ہیں، اس لیے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کا دوسرا جزو محمد رسول اللہ ہے، جس کے بغیر تکمیل ایمانی ممکن نہیں۔

خالق کائنات اللہ عزوجل کی وحدانیت و الوہیت کا اقرار اس وقت تک قابل قبول نہیں، جب تک سرورکائنات فخر موجودات کے اسم گرامی محمد (ﷺ) کے ساتھ عقیدت دلی ومحبت قلبی نہ ہو، یہ وہ قابل قدر نام ہے، جو عالم کی تخلیق کا عنوان ہے، یہ کتنا پیارا کتنا شیریں اور کتنا دلکش نام ہے، جس کی مکمل ادائیگی سے پہلے ہی گویائی زبان کا بوسہ لیتی ہے، حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے آقائے نامدار ﷺ کی مدح میں کیا خوب فرمایا ہے:

ضم الالہ اسم النبی مع اسمہ ❖ اذ قال فی الخمس الموذن اشھد

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملالیا، جب مؤذن پانچوں وقت کی اذان میں اشھد کہے، جس وقت مؤذن اشھد ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اشھد ان محمدا رسول اللہ بھی کہتا ہے، اس طرح خدائے عزوجل کی الوہیت کی گواہی کے ساتھ حضور ﷺ کی رسالت پر بھی گواہی دی جاتی ہے۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ ❖ فذوالعرش محمود وھذا محمد

خدائے تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنے نام سے ٹکڑا کیا تاکہ حضور کو بزرگی حاصل ہو، اس لیے عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مقدس شان ہے، یہ اعلیٰ مقام ہے، پھر حضور کی محبت روح ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی جان سعادت ہے، تو بڑا ہی بدنصیب وہ شخص ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن شرعی طریقہ سے خوشی نہ منائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کی محفل منعقد کر کے اپنے لیے سعادت دارین حاصل نہ کرے۔

آج کی مجلس تحریر میں جن احادیث طیبہ کو پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مقدسہ سے متعلق ہیں، کیوں کہ اس انجمن کے آراستہ کرنے کا مقصد ہی یہی ہے، آئیے سب سے پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا مطالعہ کیجئے، جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بعثت من خیر قرون بنی اٰدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ"۔

ترجمہ: میں آدم کی اولاد کے بہترین طبقوں سے مبعوث کیا گیا، جو طبقہ بہ طبقہ دنیا میں ہونے والے تھے، یہاں تک کہ میں اس طبقہ سے ہوا، جس سے میرا وجود ہوا۔

اس حدیث کے خیر یعنی بہترین کا معنی قبیلوں کے حق میں دینداری کے اعتبار سے نہیں، بلکہ پسندیدہ خصلتوں کے اعتبار سے ہے، قرن چوں کہ وقت کا نام رکھ دیا گیا ہے، اس لیے مختلف اقوال کی بنا پر قرن چالیس سال یا اسی سال یا سو سال کا ہوتا ہے، لیکن شرح سنت میں ذکر کیا گیا ہے کہ قرن ہر اس طبقہ کو کہتے ہیں جو ایک وقت میں شامل ہونے والے ہوں اور اس حدیث میں مراد بھی یہی ہے۔

مقصد بیان یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس نور ہر دور میں ایسے حضرات کو ودیعت کیا گیا، جو اپنے خصائل حمیدہ اور عادات شریفہ کی وجہ سے دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز تھے، اس حدیث کی مزید تشریح کے لیے حضرت علامہ علی قاریؒ کی تصنیف مرقاۃ المفاتیح کے حوالہ سے حضرت کعب احبار کی اس روایت کا مطالعہ کیجئے، جس کو امام ابن جوزی نے کتاب الوفا میں نقل کیا ہے، حضرت کعب احبار نے فرمایا:

"جب اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا تو جبریئل کو حکم دیا کہ حضرت جبریئل ایک مٹھی سفید مٹی اس مقدس جگہ سے لائے، جہاں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک ہے، اس مٹی کو نہر تسنیم کے پانی میں گوندھا، پھر جنت کی نہروں میں غوطہ دیا اور اسے آسمانوں میں خشک کیا، اس طرح فرشتوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کے پہچاننے کے قبل پہچان لیا، پھر نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں دیکھا جاتا تھا تو ان سے کہا گیا، اے آدم! یہ نور (جو تیری پیشانی میں ہے) تیری اولاد کا سردار ہے اور رسولوں میں سے ہے، جب حضرت حوا علیہا السلام حضرت شیث علیہ السلام کو حمل میں لائیں تو وہ نور حضرت آدم سے حضرت حوا کی طرف منتقل ہو گیا، حضرت حوا ہر بطن میں دو دو اولاد

دیتی تھیں، لیکن حضرت شیث علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی کی وجہ سے تنہا وجود میں لائیں، پھر حضور طاہر سے طاہر بطن کی طرف منتقل ہوتے رہے، یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کے ذریعہ حضرت آمنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بزم گیتی میں جلوہ گر فرمایا"۔

حضور سراپا نور کی ولادت طیبہ کے ضمن میں دوسری حدیث بھی غور کیجئے، جو حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا، اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی خلقت کے درمیانی حصہ میں رکھے ہوئے تھے، میں تمہیں ان ابتدائی باتوں کے متعلق خبر دیتا ہوں، جو میری نبوت کی دلیلوں سے ظاہر ہوئے، وہ یہ ہیں:

"دعوة ابراهيم و بشارة عيسى و رويا امي اللتي راءت حين وضعتني وقد خرج بها نور اضاء لها منه قصور الشام" — (رواه احمد)

ترجمہ : حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت اور میری ماں کا وہ خواب جس کو میری پیدائش کے وقت دیکھا اور ان کے لیے ایک نور ظاہر ہوا، جس سے ان کے واسطے ملک شام کے محل روشن ہو گئے۔

دعوۃ ابراہیم سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا ہے جو آپ نے اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ کی دیوار بلند کرتے وقت متفقہ طور سے کی تھی۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾ (البقرة)

ترجمہ : اے ہمارے رب! اور ان میں بھیج ان ہی میں سے ایک رسول جو ان پر تیری آیتوں کو تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو صاف وستھرے کرے، بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔

وادی غیر ذی زرع ناقابل کاشت زمین میں بسنے والی قوم کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے جہاں خدائے عزوجل کی عبادت کے واسطے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی، ان کے لیے پھلوں سے روزی عطا ہونے کی درخواست کی تو اس بات کی بھی دعا فرمائی کہ خانہ کعبہ کے اطراف وجوانب میں بسنے والی قوم کے لیے ان میں کا ایک رسول بھی مبعوث فرما جو ان کی رہبری و رہنمائی کرے، یہ دعا دونوں باپ بیٹے نے مل کر اپنی اولاد کے لیے فرمائی تھی، جیسا کہ یہ آیت کریمہ دلیل ہے: رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ (اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار بنا اور ہم دونوں کی اولاد سے بھی اپنے لیے ایک فرماں بردار جماعت پیدا کر)۔

اس کے بعد اسی جماعت میں ایسے رسول کی بعثت کی دعا فرمائی جو مذکورہ صفات کے حامل ہوں، تلاوت آیات الٰہی، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ قلوب اس رسول کا مقصد اصلی ہو، ایسا رسول جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام

دونوں کی اولاد سے ہواور اس مقدس رسول میں وہ صفات بھی موجود تھیں، جس کی دعا فرمائی گئی تھی، وہ آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا ہرگز نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوفرزند حضرت اسماعیل واسحاق دونوں نبی ہوئے، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام جن کا دوسرا نام اسرائیل بھی ہے، ان کی ذریت میں سلسلۂ نبوت قائم رہا لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں صرف ایک ہی رسول پیدا ہوئے جو سید المرسلین اور شفیع المذنبین ہیں، اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متفقہ دعا کی قبولیت کا ثمرہ سرورکائنات ﷺ ہی ہیں، جس مقدس ذات کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے خالق کائنات نے حضور ﷺ کے لیے ان صفات کا تذکرہ بھی کیا ہے، جو دعائے ابراہیم علیہ السلام میں موجود ہے، اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ (البقرة)

ترجمہ : جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تمہیں میں سے جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے، تم کو صاف ستھرا کرتا ہے، تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور تمہیں ان چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

''بشارۃ عیسیٰ'' سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ قول ہے، جو آپ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا، اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، میرے سامنے جو توریت (حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہوئی اللہ کی کتاب) ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ ـــ(الصف:۶)

ترجمہ : اور میں ایک رسول کی خوش خبری دیتا ہوں، جو میرے بعد آئیں گے، ان کا نام احمد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آسمان رسالت کے آخری ستارہ تھے، آپ ہی نے آفتاب رسالت کی آمد کا مژدہ اپنی قوم کو دیا تھا، آپ کے بعد آقائے نامدار ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرے رسول تشریف نہیں لائے، اس طرح وہ بشارت عظمیٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اہل علم کو ملی تھی، حضور کی تشریف آوری کے بعد مکمل ہوگئی، لیکن بڑے ہی بدنصیب تھے وہ لوگ، جنہوں نے حضور سراپا نور ﷺ کی رسالت کے دلائل و براہین کو دیکھ کر بھی رسول کے بدلے ساحر کہا اور حضور ﷺ کی باتوں کو صریح جادو سے تعبیر کیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶﴾ ـــ(الصف)

ترجمہ : جب وہ رسول ان کے پاس دلیلوں کے ساتھ آگئے تو انہوں نے کہا یہ تو صریح جادو ہے۔

البتہ بہت سے خوش نصیب حضرات ایسے بھی تھے، جن لوگوں نے حضور کو عہد طفلی ہی میں پہچان لیا کہ یہی آخری رسول ہیں، کیوں کہ اگلی کتابوں میں آخری رسول کے متعلق ذکر کی ہوئی تمام علامتیں حضور کی ذات میں پائیں، ان خوش نصیبوں میں بحیرہ راہب اور ورقہ بن نوفل کا نام سرفہرست ہے۔

"رویا امی" کے ظاہر کلام سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ اس نور کا دیدار جس سے ملک شام کے محل روشن نظر آنے لگے، خواب ہی میں تھے لیکن دوسری حدیثوں سے واضح ہے کہ یہ دیدار بیداری کی حالت میں تھا، حضرت آمنہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ نے جو خواب دیکھا تھا، وہ یہ تھا کہ کوئی آنے والا ان کے پاس آیا، جس نے ان سے کہا کہ اے آمنہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ تمہارے بطن میں جلوہ گر ہے، وہ اس امت کا سردار اور نبی ہے، اس لیے بہت مناسب ہے کہ ملک شام کے قصروں کو روشن ہونے اور نور کے ظاہر ہونے کا معائنہ حضرت آمنہ نے اپنی آنکھوں سے کیا ہو اور رویا سے مراد رویت بالعین یعنی آنکھ سے دیکھنا ہو۔

ذکر کی ہوئی تینوں چیزیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے لیے ابتدائی علامتیں تھیں، جن کا مظاہرہ ولادت باسعادت سے قبل ہی ہو چکا تھا، ان کے علاوہ خالق کائنات کی نازل کی ہوئی اگلی کتابوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف واضح طور پر بیان کئے گئے تھے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو اسلام لانے کے قبل یہودیوں کے پیشوا تھے، ساتھ ہی توریت کے بہترین عالم بھی، ان کا یہ قول اس ضمن میں مطالعہ کے لائق ہے، انہوں نے فرمایا:

"مکتوب فی التوریة صفة محمد و عیسی بن مریم یدفن معه .قال ابومودود وقد بقی فی البیت موضع قبر" — (رواہ ترمذی)

ترجمہ : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت توریت میں لکھی ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم حضور کے پاس دفن کئے جائیں گے۔

ابومودود راوی نے کہا کہ اس گھر میں (جس میں سرور کائنات مدفون ہیں) ایک قبر کی جگہ باقی رہ گئی ہے۔

قرب قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوگا (جو حیات ظاہری ہی کے ساتھ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں) پھر جب حضرت عیسیٰؑ کی وفات کل نفس ذائقة الموت کے تحت ہوگی، تو وہ گنبد خضرا ہی میں دفن کئے جائیں گے۔

واقعات صحیحہ کی روشنی میں یہ بات بخوبی کہی جاسکتی ہے کہ نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر ازل ہی سے کیا جاتا ہے اور قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی کیا جائے گا، حضرت آدمؑ کی تخلیق کے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم انوار میں اس طرح جلوہ فرما تھے کہ "انا من نور الله کل الخلائق من نوری" (میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے) کے مطابق ہر چیز اور ہر مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان نور سے خلقت وجود کا لباس زیب تن کر رہی تھی اور حدیث قدسی "لولاك لما خلقت الافلاك" (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہیں کرتا) کا تاج زریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرق مقدس پر جگمگا رہا تھا، حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی حدیثوں کے مدنظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ارشاد فرمایا ہے: بوستاں ملاحظہ کیجئے :

تو اصل وجود آمدی از نخست ❖ دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

ترجمہ : آپ ازل ہی سے وجود عالم کی جڑ ہوئے، پھر دوسری جو کچھ موجود ہوئی، وہ آپ کی شاخ ہے۔

تراعزِ ولولاک تمکین بس است ❖ ثنائے تو طٰہٰ ویٰسین بس است

ترجمہ : آپ کے لیے لولاک کی عزت کا مرتبہ کافی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف طٰہٰ ویٰسین کافی ہے۔

حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد بنی آدم سے دو میثاق لیا گیا، ایک میثاق عمومی ہے، جس میں حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک تمام پیدا ہونے والے انسان شامل تھے، وہ میثاق خدائے تعالیٰ نے ''الست بربکم'' (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں)، کہہ کر لیا تھا اور تمام انسانوں نے متفقہ طور پر کہا ''بلی'' (ہاں تو میرا رب ہے) دوسرا میثاق خصوصی تھا، جو انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس جماعت سے لیا گیا تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (جب ہم نے نبیوں سے میثاق لیا) کے ذریعہ فرمایا ہے، اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے ''اقررنا'' (ہم نے اقرار کیا) کہہ کر اسے تسلیم کیا تھا، اس عہدو پیمان خصوصی پر آپ غور کیجئے، ارشاد ربانی ہے:

لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ ـــ(البقرہ:۸۱)

ترجمہ : (اے نبیوں کی جماعت) جب میں تم کو کتاب وحکمت دوں، پھر تمہارے پاس تمہاری چیزوں کی تصدیق کرنے والا رسول آئے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا؟ اور تم نے اس قول پر میرا ذمہ لیا؟ (تمام نبیوں نے) کہا کہ ہم نے اقرار کیا۔

اس آیت کریمہ کی تشریح وتوضیح اس وقت میرا مقصد نہیں، میرا منشا صرف یہی واضح کرنا ہے کہ جس رسول پر ایمان لانے اور جس رسول کی مدد کرنے کا اقرار خالق کائنات نے انبیائے کرام علیہم السلام سے لیا، وہ ذات گرامی ہے ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، اس دعویٰ کی دلیل کے لیے بہت سی مقدس حدیثیں ہیں، طوالت کے خوف سے انہیں پیش کرنے سے ابھی معذور ہوں۔

اس مقدس آیت سے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت وعظمت ظاہر ہوتی ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور تشریف ارزانی کا ذکر خیر خود اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی مجلس میں فرمایا، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی نبی اور رسول تشریف لائے، سب نے اپنی امت کے سامنے ہمارے پیارے رسول کی ولادت اور تشریف آوری کا ذکر فرمایا اور اگلی امتوں کا ہر فرد جو پڑھا لکھا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل سے واقف تھا، اہل کتاب کا ہر شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچھی طرح آشنا تھا، لیکن اس کا انکار بغض وتعصب اور عناد نفس کی وجہ سے تھا۔

ذکر کی ہوئی باتوں سے یہ بات اچھی طرح آشکارا ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ذکر کا جشن ازل ہی

سے منایا جارہا ہے اور ہر دور میں منایا گیا، فرق صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کے پہلے یہ جشن مستقبل کے صیغوں کے ساتھ منایا گیا اور ہم لوگ ماضی اور حال کے صیغوں کے ساتھ مناتے ہیں، ذکر ولادت باسعادت کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں، مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہیں اور خالق کائنات کا ہر حال میں شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے رسول کریم ﷺ کے ذکر سراپا خیر کے لیے ہمیں کسی کا محتاج نہیں بنایا، بلکہ قرآن عظیم کی مقدس آیتوں میں سرکار کا ذکر اس قدر فراوانی کے ساتھ فرمایا ہے، جو ہمارے لیے کافی ہے، البتہ آیات قرآنی کی تشریح وتوضیح کے لیے احادیث طیبہ کا سہارا لینا ضروری ہے اور یہ بھی حکم قرآنی ہی کے مطابق ہے، کیوں کہ احادیث صحیحہ کا انکار ضلالت وگمراہی، بلکہ نار جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے خلق عظیم پر قرآن شاہد ہے، جو خود بھی حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا آئینہ مصفیٰ ہے، آپ ﷺ کو رب تبارک وتعالیٰ نے رحمۃ للعالمین فرمایا ہے اور حقیقت میں یہ حضور ﷺ کی رحمت کاملہ ہی کا صدقہ ہے کہ ہم نے ایمان کی دولت پائی، زندگی پائی، زندگی کی خوشیاں پائیں، حضور ﷺ کی سیرت مقدسہ اور حضور ﷺ کی ذات گرامی ہمارے لیے بہترین نمونہ عمل ہے اور حضور ﷺ کے احکامات متبرکہ پر عمل کرنا ہمارے لیے دخول جنت کا سبب ہے، لیکن یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں ہونا لازمی ہے کہ حضور ﷺ کی غلامی جانِ سعادت اور حضور ﷺ کی محبت روحِ عبادت ہے، حفیظ جالندھری نے بھی حدیث کا ترجمہ ہی کیا ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے ❖ اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے ❖ یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی ❖ خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

ہماری طرف سے لاکھوں درود کروڑوں سلام ہر آن اور ہر لمحہ اس ذات گرامی پر، جو اللہ کے پیارے حبیب اور ہمارے آقائے نامدار ہیں۔

فصلی اللہ صلوۃ دائما ابدا علی حبیبہ محمد و علی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

سہ ماہی
المجیب
میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

حمد باری تعالیٰ

● فصیح احمد ساحرؔ — ۱۷/۱ اے پی سی روڈ، کولکاتا (مغربی بنگال)

کیا حمد ہو بیاں کسی سے محال ہے
یکتا ہے بے مثال ہے وہ لازوال ہے

سنتا ہے دیکھتا ہے علیم و خبیر ہے
تو خوب جانتا ہے جو میرا سوال ہے

تو خالق جہاں ہے بندے ہیں سب ترے
تجھ سے کرے سوال یہ کس کی مجال ہے

دوزخ میں خواہ بھیج کہ جنت تو کر عطا
محبوب کی رضا پہ کسے قیل و قال ہے

تیرا کرم تو خاص ترے دوستوں پہ ہے
ان کو نہ رنج و غم ہے نہ کوئی ملال ہے

کیا طالبِ جہان بھی جنت میں جائیں گے
ساحرؔ یہ صرف نفس کا حسن خیال ہے

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نعت شریف

● وارث ریاضی — کاشانۂ ادب، سکٹا (دیوراج)، ڈاک خانہ بسوریا، مغربی چمپارن

ذکرِ جنابِ رحمتِ عالم ہے اور ہم ❖ زخمِ غمِ حیات کا مرہم ہے اور ہم
اس خاتم النبی سے محبت، خوشا نصیب ❖ خلدِ بریں کا وعدۂ محکم ہے اور ہم
وہ کیا ملے کہ دولتِ علم و یقیں ملی ❖ لطف و عنایتِ شہِ اکرم ہے اور ہم
آنکھوں میں ہے بہارِ مدینہ بسی ہوئی ❖ کتنا سرور و کیف کا عالم ہے اور ہم
ہم کو زمانہ حق سے مٹائے گا آج کیا؟ ❖ وہ رہ برِ ہدایت محکم ہے اور ہم
اے چشم اشک بار نہ تھم، ہاں ابھی نہ تھم ❖ ہجرِ نبی ہے اور شبِ غم ہے اور ہم
اے تشنگی حسن تصور ترے طفیل ❖ کیف دوام بادۂ زم زم ہے اور ہم
پیش نظر وہ ماہِ رسالت مآب ہے ❖ شہرِ نبی پاک و مکرم ہے اور ہم

وارثؔ تصورات کی دنیا ہے مستنیر
جلوہ نشاں وہ خیر مجسم ہے اور ہم

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نعت شریف

● امان خاں دلؔ —— شوگر لینڈ، ہیوسٹن، امریکہ

نبیؐ کی شان میں مدحت کی جستجو کیا ہے
حصول خلد ہو بس اور آرزو کیا ہے

خدا کے بعد ہے درجہ بڑا محمدؐ کا
کوئی بتائے تو اس بات میں غلو کیا ہے

کبھی تو ذکر نبیؐ کا بھی اہتمام کرو
حصول مال کی خاطر ہی ہاؤ ہو کیا ہے

نبیؐ کے دین پہ الزام ڈالنے والے
رفیق تو بھی اگر ہے تو پھر عدو کیا ہے

نبیؐ کی شان میں گستاخیوں پہ خاموشی
بہے نہ آپؐ کی خاطر تو پھر لہو کیا ہے

اثر ہے جسم معطر کا اور کیا کہیے
مرے نبیؐ کے پسینے میں مشک بو کیا ہے

ثنائے ذات نبیؐ کھیل تو نہیں اے دلؔ
بڑے بڑے بھی ہیں قاصر یہاں پہ تو کیا ہے

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی.................کچھ دوسروں کی

آستانہ مجیبیہ پھلواری شریف کا عرس ربیع الاول شریف :

۱۱ر و ۱۲ر ربیع الاول کو حسبِ دستور قدیم سید الکائنات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے — جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

شب ۲ر ربیع الاول و روز ۲ر ربیع الاول کو قل ومحفلِ سماع اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرس کا آغاز ہوتا ہے۔

(۱) پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ دس روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔

(۲) ۱۰ر ربیع الاول کو بعد نماز عشاء بیان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۳) ۱۱ر ربیع الاول کی آخر رات میں چار بجے قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

(۴) ۱۱ر ربیع الاول کو بعد نماز عشاء جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۵) ۱۲ر ربیع الاول کی آخر رات میں چار بجے قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک، بعدہٗ آخری قل و فاتحہ۔

(۶) ۱۲ر ربیع الاول کو نماز ظہر ڈھائی بجے بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادہ خانقاہ مدظلہ کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

(۷) آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک—(اختتامی مجلس)

نوٹ : ۱۲؍ربیع الاول کی صبح کو ۷؍بجے سے ۱۰؍بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

یہ معمولات و مراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

۱۳؍ربیع الاول عرس شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہٗ— ۱۳؍دن گزار کر شب ۱۴؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۷؍ربیع الاول عرس حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۲۶؍دن گزار کر شب ۲۷؍و روز ۲۷؍کو قل و مجلس ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الثانی :

۱۱؍ربیع الثانی عرس حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ— ۱۱؍کی شب میں اور ۱۱؍کے دن میں قل و مجلس سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم ﷺ ہوتی ہے، بعد زیارت موئے مبارک حضرت صاحب المقام الاویسیۃ النبویہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما قادری بنارسی قدس سرہٗ کا قل و فاتحہ اور مجلس کا اہتمام ہوتا ہے۔

خانقاہ مجیبیہ کے زیر اہتمام آستانہ حضرت وارث رسولنما بنارس میں ۱۳؍ربیع الثانی سے ۱۶؍ربیع الثانی تک عرس کا سلسلہ رہتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الاولیٰ :

۲۹؍جمادی الاولیٰ، اعراس حضرت محی الملۃ والدین امیر شریعت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ، حضرت امان المستجیرین عارف باللہ مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ وحضرت رضوان من اللہ رب العالمین عارف باللہ مولانا الحاج سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ، ۲۸؍دن گزار کر شب ۲۹؍و روز ۲۹؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۹؍جمادی الاولیٰ اعراس حضرت شمس العارفین امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ و حضرت استاذ العلماء امام المتقین مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۲۹؍کو بعد نماز عشاء قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

ششماہی امتحان دارالعلوم مجیبیہ :

دارالعلوم مجیبیہ، خانقاہ پھلواری شریف میں ۴ ربیع الاول سے ۸ ربیع الاول تک ششماہی امتحانات ہوں گے۔ جناب مفتی اسلم احمد امانی پرنسپل مدرسہ محمدیہ محی الدین پور، کشن گنج و مولانا محمد عنایت الحق مجیبی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ قمر گنج کمھروا، بائسی پورنیہ کے زیرنگرانی درجہائے عربی و فارسی اور جناب حافظ ظل کبریا صدیقی و مولانا حافظ مظہر کبریا صدیقی پٹنہ کے زیرنگرانی درجات حفظ وقرأت کے امتحانات ہوں گے۔اس کے بعد دارالعلوم مجیبیہ ۹ تا ۱۴ ربیع الاول کے لئے بند کردیا جائے گا۔

حکیم شاہ علیم الدین بلخی کی رحلت :

علما و مشائخ کے حلقے کی ایک معروف بزرگ شاہ علیم الدین بلخی، ۷ اکتوبر ۶ بجے شام کو رحلت فرماگئے، ان کی عمر ۹۷ سال کی تھی ،اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ صاحب کا تعلق سلسلہ فردوسیہ سے تھا اور وہ خانقاہ بلخیہ فردوسیہ کے سجادہ نشیں تھے، ان کا نسبی سلسلہ حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید قدس سرہٗ تک منتہی ہوتا ہے۔

حکیم صاحب نے دینی علوم کی تحصیل دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مدرسہ الٰہیات کانپور سے کی تھی، فن طب کی تکمیل علی گڑھ اور حیدرآباد میں رہ کر کی، طبیہ کالج پٹنہ سے جے یو ایم ایس کی سند حاصل کی ۱۹۵۷ء سے وہ گورنمنٹ طبیہ کالج پٹنہ میں پروفیسر کے عہدے پر فائز رہے۔

حکیم شاہ علیم الدین بلخی کو عربی و فارسی زبان پر عبور حاصل تھا، فقہ وتصوف، ادب اور تاریخ پر ان کا مطالعہ گہرا تھا، ان کے علمی، ادبی مضامین ملک کے مختلف اخبارات ورسائل میں شایع ہوتے تھے، ماہ نامہ المجیب خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں اکثر ان کے مضامین شایع ہوتے تھے، حکیم صاحب اچھے مقرر بھی تھے، ان کے علمی خطابات کو اہل علم پسند کرتے تھے، ان کا حافظہ بہت قوی تھا، عربی وفارسی کے بے شمار اشعار ان کو یاد تھے۔

اعلیٰ علمی وادبی لیاقت کے ساتھ حکیم صاحب انتہائی منکسر المزاج اور متواضع بزرگ تھے اور ان صفات میں وہ سلف صالحین کا نمونہ تھے۔

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے ان کے بڑے مخلصانہ روابط رہے اور جب تک صحت رہی خانقاہ تشریف لاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے ساتھ رحمت و کرم کا معاملہ فرمائے۔افسوس کہ :

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ❖ ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ان کا انتقال عالم گنج پٹنہ میں اپنے مکان میں ہوا، جنازہ فتوحہ لے جایا گیا، جہاں ان کی خانقاہ اور ان کے بزرگوں کے مقابر ہیں، وہیں تدفین ہوئی۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ چند اہم مطبوعات

₹:40.00

₹:300.00

₹:400.00

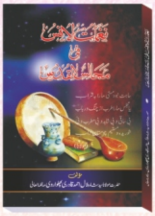
₹:350.00

₹:500.00

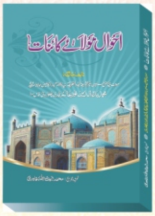

₹:140.00

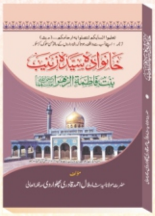
₹:200.00

₹:50.00

₹:100.00

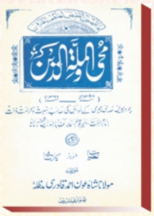
₹:100.00

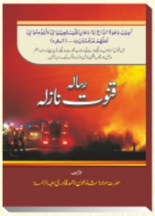

₹:20.00

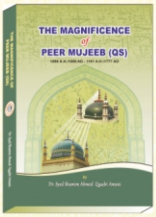

₹:400.00

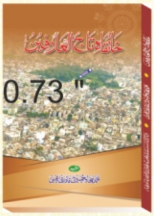
₹:100.00

₹:50.00

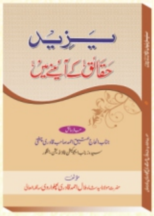

₹:100.00

₹:20.00

₹:15.00

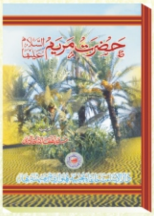

₹:60.00

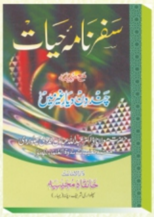

₹:150.00

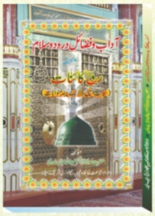
₹:90.00

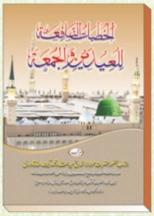
₹:300.00

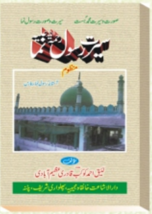
₹:20.00

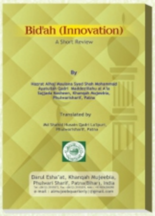

₹:40.00

₹:50.00

₹:120.00

مذکورہ کتابیں حاصل کرنے کے لئے ان نمبرات: 7250433562 ,9006306098-91+ پر رابطہ کریں۔

ISSN 2320-8600 The ALMOJIB Quarterly

Vol.No. :59

Oct., Nov. & Dec. 2019

Sl.No. : 04

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)
Ph. No. (0612) 2555572, Telefax : 2555305, Mob. No. +91-9006306098, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

چھ ورقی المجیب کیلنڈر

₹ 60/- Size : 17x22.5

2020ء کے لئے واضح اور جلی حرفوں میں قمری وانگریزی تاریخوں کے ساتھ خوبصورت و خوش منظر چھ ورقی المجیب کیلنڈر منظر عام پر آگیا ہے، جس میں سرکاری و مذہبی تہواروں کے علاوہ مشہور ومعروف بزرگان دین کے اعراس وتاریخ وصال کی مکمل نشاندہی ہے، خصوصاً خانقاہ مجیبیہ کے سبھی قل واعراس کی تاریخیں سرخ حرفوں میں لکھی گئی ہیں۔

کیلنڈر کا انداز انوکھا، کاغذ عمدہ اور طباعت پرکشش و دیدہ زیب ہے، خواہش مند حضرات دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے صرف -/60 روپے میں جلد طلب فرما کر بھرپور فائدہ اُٹھائیں اور اپنے گھروں کی خوبصورتی میں اضافہ کریں۔

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)